اسلام میں

مزدوروں اور تاجروں کے حقوق و فرائض

مولانا مفتی عزیز الرحمٰن جامعہ دار العلوم کراچی

فہرست ذیلی عنوانات

نمبر شمار	نام عنوان	نمبر شمار	نام عنوان	نمبر شمار	نام عنوان
1	حق کیا ہے؟	2	اسلامی حقوق کی وسعت	3	معاش کی حقیقت
4	دولت کی حقیقت	5	کسب و معاش کی صورتیں	6	تجارت
7	مزدوری	8	کسب حلال کا حکم	9	کسب میں میانہ روی
10	حرام کمائی سے اجتناب کی تلقین	11	کسب معاش کے قرآنی اصول	12	مصارف کے قرآنی اصول
13	اسراف وتبذیر	14	اسراف کی صورتیں	15	مال خرچ کرنے کی صورتیں
16	تاجروں کے حقوق وفرائض	17	تجارت کی تعریف	18	تجارت کی اہمیت
19	عرب اور تجارت	20	حضور ﷺ اور تجارت	21	تجارت کی اہمیت قرآن کریم کی روشنی میں
22	تجارت کی ترغیب	23	تجارت کے اصول	24	اصول تجارت کا جاننا
25	تجارت کی اہلیت	26	برکت کے اوقات	27	باہمی تعاون
28	ایک دوسرے کی خیر خواہی	29	مضطر کی تجارت	30	دھوکہ دہی سے اجتناب
31	فروخت کرنے والی چیز پر قبضہ ہونا	32	پھلوں کی قبل از وقت فروخت	33	ذخیرہ اندوزی
34	نرخ بڑھانے کیلئے مداخلت کرنا	35	ناپ تول میں کمی کرنا	36	وزن کرتے وقت احتیاط
37	جھوٹی قسم کھانا	38	حرام اشیاء کی تجارت	39	سود کا کاروبار

40 بہترین تاجر
41 مزدوروں کے حقوق وفرائض
42 حضرت نوح علیہ السلام
43 حضرت داؤد علیہ السلام
44 حضرت زکریا علیہ السلام
45 حضرت ابراہیم علیہ السلام
46 حضور ﷺ اور چند دیگر انبیاء کرام علیہم السلام
47 محنت اور مزدوری کی ترغیب
48 گداگری کی مذمت
49 مزدوروں کے فرائض
50 کسی بھی پیشے کو حقیر نہ سمجھنا
51 مالک کی خیر خواہی
52 معاہدے کی پابندی
53 امانت داری
54 خیانت سے اجتناب
55 مزدوروں کے حقوق اور اشتراکیت
56 مزدوروں کے حقوق
57 مزدوری کی ادائیگی
58 اجرت طے کرنا
59 اضطراری اجرت کی مذمت
60 بے گاری کی مذمت
61 طاقت سے زیادہ کام نہ لینا
62 خلاصہ کلام

اسلام میں مزدور، تاجر اور محنت کار کا بہت بڑا مقام ہے۔ اسلام نہ صرف محنت ومزدوری کی حوصلہ آفزائی کرتا ہے۔ بلکہ حصول رزق حلال، عین عبادت سمجھتا ہے۔ اور بے روزگاری تیار خوری اور کسل اور سستی کی حوصلہ شکنی کرتا ہے ایک حدیث میں حلال مال سے اپنے اہل وعیال کی خبر گیری جہاد کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسب مال کی محنت، جہاد فی سبیل اللہ کی طرح ایک عبادت ہے۔ جس طرح جہاد میں کامیاب ہوا تو جہاد کا ثواب اور مال غنیمت بھی ملے گا اور ناکام ہوا تو جہاد فی سبیل اللہ کا اجر اور اللہ کی رضامندی تو ہے ہی۔ اور اگر شہید ہوا تو شہادت کا درجہ بھی، اس طرح کسب حلال کرنے والا آدمی اگر اس نیت سے محنت ومزدوری کرتا ہے۔ کہ رزق حلال کما کر اللہ کی عبادت کریگا۔ دوسرے کی عبادت کا سبب بنے گا۔ تو اس کی محنت ومزدوری کا ثواب اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ اگر محنت ومزدوری سے روزی مل گئی تو نیت کسب حلال کی وجہ سے اجر وثواب کے علاوہ مال بھی ملے گا دوہری چیز ملی اور اگر محنت کی مزدوری کہیں بظاہر بے کار ہوگئی تو مالی نقصان ہوا لیکن جہاد کی طرح ثواب تو یقیناً ملے گا۔ اور یہ اجر روزی ملنے سے زیادہ ہوگا۔ زیر نظر مقالہ میں اسی سوچ وفکر کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اور اسی جذبہ کو سراہا گیا ہے۔ اور بے روزگاری کی شدید گرفت کی گئی ہے۔ اور اسے انسانی اقدار کے خلاف اور غیر اخلاقی عمل قرار دیا ہے۔ زیر نظر مقالہ دوسری بنوں فقہی کانفرنس کیلئے تحریر کیا گیا ہے۔ امید ہے ناظرین کو اس سے عمل صالح کا جذبہ پیدا ہوگا محنت کے ساتھ لگن بھی مل جائے تو کیا کہنا۔ (ادارہ)

اسلام میں مسلمان تاجر اور محنت کار کا مقام

اسلامی تعلیمات کی گونا گوں خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ ہر دور کے معیار اور تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں۔ اور اس دعوے کی کسوٹی چودہ صدیوں پر محیط وہ حالات وواقعات ہیں جن سے یہ کائنات آغازِ اسلام سے آج تک دوچار ہوتی رہی ہے۔ حالات نے نہ جانے کتنے رنگ بدلے، نہ جانے کتنی بار اور کیسے کیسے انقلابات زمانہ سے اس کائنات کا واسطہ پڑا اور اس دوران نہ جانے کیا کچھ تبدیل ہوا۔لیکن اسلامی تعلیمات ہر دور اور ہر طرح کے حالات میں بالکل اسی تب وتاب کے ساتھ انسانیت کی رہنمائی کیلئے موجود رہیں جیسا کہ صاحب شریعت آنحضرت ﷺ کے دور میں تھیں، نہ ماننے والوں نے تو جب بھی تسلیم نہیں کیا تھا منہ مانگے معجزات دیکھ لینے کے بعد بھی انہیں ہدایت نصیب نہ ہوسکی تھی۔اور ان کی ہٹ دھرمی نے ان کے ایمان لانے کی ہر راہ مسدود کردی تھی، قرآن کہتا ہے۔ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم و علی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیمO .

ترجمہ۔اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

لیکن ماننے والوں نے ہر دور میں اسلامی تعلیمات کی اس اہمیت کا ادراک کیا اسے سمجھا اور تسلیم کیا کہ یہ خصوصیت اسلام کو نہ صرف دیگر نظام ہائے عالم سے ممتاز ومنفرد کرتی ہے بلکہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ یہ نظام کسی انسان کا خودساختہ نہیں بلکہ خدائے واحد ولم یزل کا تخلیق کردہ ہے، کیونکہ اتنی خصوصیات کا یکجا جمع ہونا اور ان میں کسی کمی وکجی کا نہ پایا جانا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ کسی بشر کا بنایا ہوا نہیں نہ کسی مخلوق کا تجویز کردہ ہے ورنہ دنیا میں رائج طرح طرح کے نظاموں میں وہ خصوصیات کیوں نہیں، آخر ان کے مرتبین ومجوزین بھی تو اپنے وقت کے بہترین دماغ شمار ہوتے تھے۔

آج کے بڑھتے ہوئے مالی امور اور سکڑتی ہوئی دنیا میں تاجروں اور مزدوروں کے حقوق وفرائض کا معاملہ نہایت اہمیت اختیار کرگیا ہے۔ کیونکہ دنیا کی معیشت کے ایک بہت بڑے حصے کا انحصار انہی دونوں طبقوں پر ہے۔اسلئے جہاں ان کے معاملات کا درست نہج پر استوار ہونا پوری دنیا کی معیشت کے لئے نیک شگون اور دنیا میں بسنے والے ہر امیر وغریب کے لئے خوش آئند ہے۔وہیں ان میں فساد و خرابیوں کی موجودگی بھی سارے عالم کی لئے تشویش واضطراب کی موجب ہے۔اس لئے ان دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھنا معاشی معاملات کے لئے بہت ضروری ہے۔تاکہ اچھائیوں کو اپنایا جاسکے اور برائیوں کا سدباب ہوسکے۔اس مقالے میں انہی دونوں پہلوؤں پر گفتگو ہوگی اور تاجروں اور مزدوروں کے معاملات کو علیحدہ علیحدہ زیر بحث لایا جائے گا، پھر کچھ امور ایسے ہیں جو ان دونوں کے مابین مشترک ہیں اور انکا تعلق دونوں طبقوں سے ہے۔انکا بیان ابتداء میں بطور تمہید کیا جاتا ہے۔

حق کیا ہے؟

لفظ حق آج کل کے مشہور ترین الفاظ میں سے ایک ہے اور اس کے بہت سے معانی اور مفاہیم مستعمل ہیں۔اس لئے ضروری ہے۔کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کے معنی کا تعین کیا جائے ،مولانا سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے کہ "خلق لکم ما فی الارض جمیعا (۲) ترجمہ۔اللہ نے تمہارے (کام کے) لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کی" اس لئے انسان کو دنیا کی ہر اس چیز سے جس سے اس کے نفع کا تعلق ہے ایک گونہ لگاؤ ہے۔اس لگاؤ کا تقاضا ہے کہ اس کی ترقی وحفاظت کی کوشش کی جائے اس شے سے وہ نفع اٹھایا جائے جس کے لئے خدا نے اس کو پیدا کیا ہے اور ان موقعوں پر اس کو صرف کیا جائے جن میں خدا نے اس کے صرف کرنے کا حکم دیا ہے۔اور اس کو ہر اُس پہلو سے بچایا جائے جسے اس کی نفع رسانی کو نقصان پہنچے اسی ذمہ داری کا نام "حق' ہے جس کو از خود ادا کرنا ضروری ہے۔" (۳) اس تشریح سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔کہ اسلام کی نظر میں وہ انسانی ذمہ داریاں جواز روئے اسلام مسلمان پر خود بخود عائد ہوتی ہیں انکا نام حقوق ہے۔

اسلامی حقوق کی وسعت:

شاید کوئی باشعور شخص اس امر کا انکار نہ کر سکے کہ جو ہمہ جہتی، جامعیت اور وسعت اسلام کی تعلیمات میں نظر آتی ہے۔دنیا کا کوئی نظام اور مذہب ومسلک اس کے پاسنگ بھی پیش نہیں کر سکتا اسلام جس معاملے میں بھی اپنا نظام پیش کرتا ہے اس کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر اپنی رائے دیتا ہے۔اگر اس میں والدین کے حقوق پر زور دیا گیا ہے تو اولاد کے حقوق بھی اسکے ساتھ ہی بیان کر دیئے گئے ہیں۔اگر شوہر کے حقوق کا بیان ہوا ہے۔تو بیوی کے حقوق بھی شانہ بشانہ موجود ہیں، اگر تاجر وآجر کا ذکر ہے تو مزدور اور اجیر کے حقوق بھی مساوی طور پر مذکور ہیں۔اور اگر حاکم اور امیر کے حقوق وفرائض کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے تو رعایا کے حقوق وفرائض بھی پہلو بہ پہلو ذکر کر دیئے گئے ہیں۔حتیٰ کہ حیوانات اور جمادات تک کے حقوق کو اس طرح تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے کہ شبہ کی گنجائش تک باقی نہیں رہی ،غرض کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا گیا، کہیں بھی کمی کا احساس نہیں پایا جاتا اور کسی معاملے میں بھی ادھورے پن اور نا تمامی کا شائبہ تک نہیں ہے۔اس اہتمام کے بعد ہی اعلان فرمایا گیا کہ " الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (۱)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔

اسلام اپنی تعلیمات کی اس ہمہ جہتی ، وسعت ، عالمگیریت ،موزونیت و جامعیت کے ساتھ ہی یہ دعویٰ کرتا ہے۔کہ دنیا میں نافذ اور رائج ہونے کے لئے درحقیقت وہی تنہا لائق اور حقدار ہے۔

معاش کی حقیقت:

مادی معاشیات میں ''معاش'' انسان کا بنیادی مسئلہ ہے اور معاشی ترقی اس کا مقصود زندگی ہے جبکہ اسلامی معاشی نقطہ نظر سے معاشی ترقی ضروری تو ہے مگر انسان کا مقصد اصلی نہیں، انسانی اصل منزل فلاح آخرت اور اخروی کامیابی ہے۔ جو خشیت الٰہی اور عبادت خداوندی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ مادی معاشیات اور اسلامی معاشیات میں یہی بنیادی اور دوررس فرق ہے۔ سورۃ قصص میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **وابتغ فیما اتک اللہ الدار الاخرۃ ولاتنس نصیبک من الدنیاو احسن کما احسن اللہ الیک ولا تبغ الفساد فی الارض ان اللہ لا یحب المفسدین ٥** (۲)

اور جو کچھ اللہ نے تجھے (مال) دیا ہے۔ اس کے ذریعے آخرت کے گھر کو طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول اور تو بھی اسی طرح بھلائی کر جیسے اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے اور ملک میں خرابی ڈالنے کی کوشش نہ کر۔ اللہ فساد پھیلانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ (۳)

دولت کی حقیقت:

اسی طرح دولت کی حقیقت کے بارے میں بھی اسلامی تصور مادی دنیا کے تصور سے یکسر مختلف ہے۔ اسلام کی رو سے دولت خواہ کسی صورت میں ہو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اور فی الحقیقت اسی کی ملکیت ہے اور انسان کو جو اس پر کچھ عرصے کیلئے تصرف کا حق ہے وہ بھی اسی کا عطاء کردہ ہے قرآن حکیم میں ارشاد مبارک ہے۔ **واتوھم من مال اللہ الذی اتکم** (۴) اور تم انہیں اللہ کے مال میں سے دو جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔

کسبِ معاش کی صورتیں:

آج کے دور میں کسب معاش کی بہت سی صورتیں رائج ہیں۔ جن کے ذریعے دنیا کا کاروبار جاری ہے۔ مثلاً ملازمت، مزدوری، تجارت، زراعت اور صنعت وحرفت، وغیرہ، چونکہ ہمارے مقالے کا تعلق تاجر و مزدور سے ہے اس لئے انکی مختصر وضاحت کی جاتی ہے۔

تجارت:

عام مفہوم میں کوئی بھی چیز لے کر آگے فروخت کر دینا اور اس کام کو بطور پیشہ اختیار کرنا تجارت کہلاتا ہے۔ اس تعریف کی رو سے سڑک کے کنارے ٹھیلا لگانے والوں سے لے کر شہر کے بڑے بڑے سپر اسٹوروں میں دنیا جہان کی اشیاء ایک ہی چھت تلے فروخت کرنے والوں تک سب تاجر ہیں۔ اور ان کا یہ عمل تجارت میں داخل ہے۔ (تجارت کے معنی اور تعریف کی تفصیل آگے آرہی ہے۔)

مزدوری:

اسی طرح روزانہ کی دہاڑی پر مکانات وعمارتیں تعمیر کرنے والوں، وزن اٹھانے والوں اور قلیوں کا کام کرنے والوں، سرِ راہ جوتے

گانٹھنے والوں اور چارپائیاں کرسیاں بننے والوں کا عمل مزدوری کہلاتا ہے۔ جن کی معاش کا مدار عموماً ان کی آمدنی پر ہوتا ہے۔ جسے اجرت کہا جاتا ہے۔ (تفصیل آگے آرہی ہے۔)

کسب حلال کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مدنی الطبع بنایا ہے۔ اس کی فطری ساخت ایسی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں قدم قدم پر دوسروں کے تعاون کا محتاج اور معاملات ولین دین کے روابط کا طلب گار ہے۔ ہر ایک کی بہت سی اغراض وضروریات دوسروں سے وابستہ ہیں۔ اس کی دنیاوی زندگی کا یہ بھی لازمی حصہ ہے کہ وہ اپنے معاشی معاملات چلانے کے لئے کوئی بھی ذریعہ معاش ضرور تلاش کرے، امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ ’’رب الارباب اور مسبب الاسباب نے آخرت کو دارِ جزا وسزا اور دنیا کو محنت اور کسب کا مقام قرار دیا ہے۔ اور دنیا میں مستعد ہو کر محنت کرنے سے مراد یہ نہیں کہ فقط آخرت کا خیال ہو، اور معاش کی فکر بالکل نہ ہو معاش تو معاد تک پہنچنے کا ایک ذریعہ اور مددگار ہے کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔‘‘ (۴) اللہ تعالیٰ نے انسان کو روزی کے اسباب دنیا میں مہیا فرمادیئے ہیں اور دن کو روزی کمانے کے لئے بنایا ہے ارشاد باری ہے۔ ’’**وجعلنا لكم فيها معايش** ط ‘‘(۱) ترجمہ: اور تمہارے لئے ہم نے اس (زمین) میں روزی کے اسباب پیدا کئے‘‘ اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ ’’ **وجعلنا النهار معاشا** ‘‘ ۔(۲) ترجمہ:۔ اور ہم نے دن کو (حصول) معاش کیلئے بنایا۔ اسلام اس انسانی ضرورت میں بھی مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ اور اسے بتاتا ہے۔ کہ کونسی راہ اسکی دنیا اور آخرت کیلئے بہترین ہے۔ اسلام نے اس سلسلے میں حلال وحرام کے قوانین مرتب کیئے ہیں۔ اور ان کی روشنی میں انسان کو کسب حلال کی تلقین کی ہے۔ اس نے ایسے اصول وضوابط مقرر کیئے ہیں جو نظام معیشت کو فساد سے بچانے اور انسان کی انفرادی معاشی زندگی کو خوشگوار بنا کر اجتماعی نظام کو بھی فلاح وکامرانی کی راہ پر گامزن کرتے ہیں۔ اسی لئے اسلام کی نظر میں کسب حلال دیگر اسلامی فرائض کی طرح ایک فریضہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ **عن عبدالله بن مسعود رضى الله عنه ان النبى صلى الله عليه وسلم قال طلب الحلال فريضة بعد الفريضة** (۳) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال روزی کا طلب کرنا (دوسرے) فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے۔ قرآن کریم نے متعدد مواقع پر کسب حلال کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور حلال روزی کمانے کی ترغیب دی ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہے۔

يأيها الرسل كلو امن الطيبٰت واعملوا صالحا. (۴) اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھایا کرو اور نیک عمل کیا کرو۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ **يا ايها الذين امنوا كلو امن طيبٰت مارزقنكم** (۵)

اے ایمان والو! تم ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔

حضورؐ نے بھی کسب حلال کی اہمیت کو متعدد مواقع پر بیان کیا ہے۔ ایک روایت میں کسب حلال کو ہر مسلمان پر واجب قرار دیا، حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ **طلب الحلال واجب علی کل مسلم** (۶) حلال رزق طلب کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا۔ **ان اللہ کتب علیکم السعی فاسعوا** (۷) اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی وکوشش فرض کردی ہے۔ سوتم کوشش کرو۔ حضرت عائشہؓ کی روایت میں اپنی محنت کی کمائی کو سب سے عمدہ قرار دیا، فرمایا۔ **ان اطیب ما اکل الرجل من کسبہ وان ولدہ من کسبہ** (۸) بلاشبہ سب سے عمدہ کھانا وہ ہے جو انسان اپنی کمائی سے کھائے اور اس کی اولاد بھی اس کی محنت ہے۔ یعنی وہ اپنی اولاد کی کمائی بھی استعمال کرسکتا ہے۔ کیونکہ درحقیقت وہ بھی اس کی کمائی ہے۔ ایک روایت میں حلال کمائی کی فضیلت ان الفاظ میں بیان فرمائی۔ **من اکل الحلال اربعین یوما نور اللہ قلبہ واجری ینا بیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ** (۹) جو شخص چالیس روز تک حلال روزی کھائے اللہ اس کے دل کو روشن کرتا ہے۔ اور اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری کردیتا ہے۔ ایک روایت میں حلال روزی کمانے کی فکر کو گناہوں کا کفارہ قرار دیا، ارشاد ہے۔

من الذنوب ذنوب لا یکفرھا الا الھم فی طلب المعیشۃ (۱۰)

بعض گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ روزی حاصل کرنے کی فکر کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں بن سکتی۔

اور حضرت عمرؓ کا مشہور قول ہے آپؓ نے فرمایا! **لا یقعد احدکم عن طلب الرزق ویقول اللھم ارزقنی، فقد علمتم ان السماء لاتمطر ذھبا ولا فضۃ** (۱)

تم میں سے کوئی بھی رزق کی تلاش میں (پست ہمت ہوکر) نہ بیٹھ جائے اور یہ کہنے لگے کہ اے اللہ مجھے رزق دے کیونکہ تم جانتے ہو کہ آسمان تم پر سونا چاندی نہیں برسائے گا۔ حضرت عمرؓ کے اس قول کی تشریح میں سید مرتضٰی زبیدی فرماتے ہیں کہ ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ جائز اسباب معیشت میں سے کسی سبب اور وسیلہ کو ضرور اختیار کرے کہ جس سے وہ رزق حاصل کرسکے۔ (۲) ان تمام آیات اور روایات کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ اسلام کی نظر میں کسب حلال نہایت ضروری ہے اور فرائض میں شامل ہے۔

کسب میں میانہ روی:

لیکن اسلام کسب حلال کی اہمیت بیان کرنے اور اس کی ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ اپنے مزاج کے عین مطابق اس معاملے میں بھی میانہ روی کا حکم دیتا ہے تاکہ انسان دنیا میں اپنے بھیجے جانے کے حقیقی مقاصد فراموش نہ کرسکے۔

میانہ روی کی تلقین کرتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا! **اجملوا فی طلب الدنیا فان کلا میسر لہ ما کتب لہ منھا** (۳)

دنیا کی طلب میں اعتدال سے کام لو اس لئے کہ جتنا رزق انسان کے لئے لکھ دیا گیا ہے وہ اسے ضرور ملے گا۔

ایک اور روایت میں ہے۔

عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول ﷺ الله عليه سلم ايهاالناس اتقوالله و اجملوا في الطلب فان نفسالن تموت حتي تستوفي رزقهاوان ابطأ عنهافاتقوالله و اجملوا في الطلب خذوا ماحل و دعوا ماحرم (۴)

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگوں! اللہ سے ڈرو اور روزی کی تلاش میں اختصار کرو، (زیادہ تردد نہ کرو) کیونکہ کوئی نفس بھی اپنے حصے کا رزق پورا کئے بغیر نہیں مرے گا، اگرچہ اس کی فکر نہ بھی کرے پس اللہ سے ڈرتے رہو اور اچھے طریقے سے روزی حاصل کرو، اور جو کچھ حلال ہے وہ لے لو اور حرام کو چھوڑ دو۔

حرام کمائی سے اجتناب کی تلقین:

اسلام جہاں ایک جانب کسب حلال کی تاکید کرتا ہے اور مختلف طریقوں سے اس کی ترغیب دیتا ہے۔ وہیں وہ کسب حرام سے بچنے کی تلقین بھی کرتا ہے کیونکہ اس کی نظر میں جیسے حلال روزی کمانا ہر مسلمان پر فرض ہے اسی طرح حرام سے بچنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ یہ طے شدہ امر ہے کہ اگر انسان کسی برائی میں دانستہ یا نادانستہ تھوڑا بہت داخل ہوتا ہے۔ تو پھر خیر کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹنے لگتا ہے اور وہ شر کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے اور پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب خیر کی طرف واپس لوٹ آنا اس کیلئے ممکن نہیں رہتا، اس حقیقت کو ایک حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

الحلال بين والحرام بين وبينهمامشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه و عر ضه ومن وقع فى الشبهات وقع فى الحرام كالراعي ير عى حول الحمي يوشك ان يو قع فيه الا وان لكل ملك حمي الا ان حمي الله محارمه (۵) حلال بھی ظاہر ہے حرام بھی ظاہر ہے ان دونوں کے درمیان مشتبہ امور ہیں، جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے، سو جو کوئی مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو ان مشتبہ چیزوں میں پڑ گیا تو وہ (بالآخر) حرام میں جا پڑے گا، اس چرواہے کی طرح جو (سرکاری) چراگاہ کے قریب چراتا ہے، قریب ہے کہ اسکے جانور اس چراگاہ میں چرنے لگیں (جو کہ محرم ہے) خبردار ہر بادشاہ کی ایک (مخصوص) چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے حرام کمائی سے اجتناب کی تلقین واضح الفاظ میں اور متعدد مقامات پر کی ہے، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا! يا كعب بن عجرة انه لايد خل الجنة لحم نبت من سحت (۶) اے کعب بن عجرۃ، بلاشبہ حرام کمائی سے پلنے والا گوشت جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔

اور دوسری روایت میں عام انسانی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے دعاؤں کی عدم قبولیت کا سبب حرام آمدنی کو بتایا، فرمایا!

ان اللہ طیب لایقبل الا طیبا وان اللہ امر المؤ منین بما امر بہ المرسلین فقال یا ایھا الرسل کلو امن الطیبت واعملوا صالحاً وقال تعالی یا ایھا الذین امنوا کلوا من طیبت ما رزقنکم ثم ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدیہ الی السماء یا رب یا رب و مطعمہ حرام ومشربہ حرام و ملبسہ حرام و غذی بالحرام فانی یستجاب لذالک (۱) بیشک اللہ تعالیٰ طیب ہے، پاکیزہ چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے اور اللہ نے مومنوں کو وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھایا کرو اور نیک اعمال کیا کرو، اور فرمایا اے ایمان والو! تم ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں، پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے، اس کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب، اے میرے رب، حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے اور اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اس کی غذا حرام ہے سو ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہو؟ ایک موقع پر حرام کمائی سے صدقہ و خیرات کرنے والوں کی بابت فرمایا۔ !من اکتسب ما لا من ماثم فوصل بہ رحمہ او تصدق بہ او انفقہ فی سبیل اللہ جمع ذلک کلہ جمیعا فقذفہ بہ فی جھنم (۲) ترجمہ۔ جس شخص نے برائی کے ذریعہ مال کمایا پھر اس کے ذریعہ صلہ رحمی کی یا اس سے صدقہ کیا یا اسے اللہ کے راستے میں خرچ کیا تو یہ سارا مال جمع کر کے اس کے ساتھ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

کسب معاش کے قرآنی اصول:

قرآن کریم نے کسب معاش کے اصول بھی بیان کیئے ہیں۔ اور متعدد آیات میں اس امر کی تلقین کی گئی ہے کہ کسب کس چیز کا اور کس طور پر کیا جانا چاہیئے۔ چند آیات پیش کی جاتی ہے۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ربانی ہے۔

”یا یھا الناس کلو اممافی الا رض حلالاً طیبا ولا تتبعو اخطوات الشیطن ط انہ لکم عدو مبین (۳)

ترجمہ:۔ اے لوگوں! زمین کی چیزوں میں سے حلال و پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اعراف میں فرمایا! ویحل لھم الطیبت ویحرم علیھم الخبئث (۴) اور (آپ) حلال رکھتے ہیں ان کے لئے پاکیزہ چیزیں اور حرام کرتے ہیں گندی چیزیں۔ اور مائدہ میں ہے۔

و کلوا ممارزقکم اللہ حلالاً طیبا (۵) اور اللہ نے تمہیں جو حلال و پاکیزہ چیزیں عطاء کی ہیں ان میں سے کھاؤ۔

ان تمام آیات سے دو اصول واضح ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو کچھ کسب کر کے حاصل کیا جائے وہ حلال ہو اور دوسرے یہ کہ جن طریقوں سے حاصل کیا جائے وہ طیب ہوں۔

لفظ طیب کی تشریح میں امام نسفیؒ فرماتے ہیں۔ کہ طیب وہ چیز ہے۔ جو ہر قسم کے شبہ سے پاک ہو۔ (۶)

علامہ رشید رضا اس کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

''طیب سے مراد وہ اشیاء ہیں۔ جن کے ساتھ غیر کا حق متعلق نہ ہو۔ اس لئے کہ قرآن نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے۔ ان کی حرمت ذاتی ہے اور ان چیزوں کا استعمال کسی حالت میں بھی کسی کے لئے جائز نہیں سوائے مضطر کے اور ان کے سوا جن اشیاء کی حرمت ذاتی نہیں بلکہ خارجی اسباب کی بناء پر ان میں حرمت آتی ہے۔ ان کی ممانعت ''طیب'' کے لفظ سے کر دی گئی۔ (یعنی ''طیب'' کہہ کر ان اشیاء کو بھی خارج کر دیا گیا) سو جو چیزیں ناحق لی گئیں اور درست طریقے سے حاصل نہ کی گئیں بلکہ سود، رشوت، جوا، ظلم، غصب، دھوکہ، خیانت اور چوری جیسے ناجائز ذرائع سے حاصل کی گئیں وہ بھی حرام ہیں۔ کیونکہ وہ طیب نہیں ہیں۔ (گو کہ فی نفسہ وہ چیز جائز ہے) پس ہر خبیث شئے ناجائز ہے۔ خواہ اس کی برائی خارجی اسباب کی بناء پر ہو یا ذاتی ہو۔''(۷)

مصارف کے قرآنی اصول:

اسلام صرف کسب معاش کے اصول بیان نہیں کرتا بلکہ اس بارے میں بھی مکمل راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ کہ کمایا ہوا مال خرچ کیسے کیا جائے۔ اور کن کن مصارف میں کس کس طرح صرف کرنا چاہیے۔ اور کہاں کہاں اور کن کن حالات میں خرچ کرنا مناسب اور درست نہیں ہے۔ کیونکہ اگر صرف کمانے کے طریقوں پر اپنی توجہ مرکوز رکھی جائے اور خرچ کرنے کے سلسلے میں مکمل آزادی دے دی جائے تب بھی معاشی فلاح کا تصور ممکن نہیں رہتا اور ایسے مفاسد پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو پورے نظام کے لئے خطرہ بن جاتے ہیں۔ نیز مصارف پر نگاہ نہ رکھنے کا ایک لازمی نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے۔ کے بے ڈھب طریقے سے مال صرف کرنے کی بدولت اخراجات میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں کمائی میں اضافے کی غرض سے حلال و حرام کا اسلامی تصور بھی کمزور پڑنے لگتا ہے۔ نتیجتاً ساری محنت اکارت جانے کا خدشہ سامنے آجاتا ہے۔ اس لئے اسلام ابتداہی سے مصارف کو بھی جائز حدود میں رکھنے کے لئے خرچ کرنے کے چند اصول وضع کرتا ہے۔ یہ اصول بھی قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں۔ چند آیات ملاحظہ ہوں!

سورۂ اعراف میں ارشاد ہے! **وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین ٥** (۱) اور کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو، کیونکہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

سورۂ مومن میں فرمایا! **وان المسرفین هم اصحب النار ٥** (۲) اور بلاشبہ اسراف کرنے والے دوزخی ہیں۔

اور بنی اسرائیل میں فرمایا! **ولا تبذر تبذیرا ٥ ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین ط** (۳) اور فضول خرچی مت کرو، بلاشبہ فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ ان آیات میں مصارف کے دو بنیادی اصول بتائے گئے ہیں ایک تو یہ کہ خرچ کرتے ہوئے اسراف نہ کرو، دوسرے تبذیر سے بچو۔

اسراف وتبذیر:

اسراف کی تشریح امام راغب اصفہانیؒ یوں کرتے ہیں۔''ہر انسانی کام میں حد سے تجاوز کرنے کو اسراف کہتے ہیں۔اگر چہ مالی امور میں اس کا استعمال زیادہ مشہور ہے۔اس کا استعمال مقدار اور کیفیت دونوں میں ہوتا ہے اسی لئے سفیانؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کی اطاعت کے علاوہ کچھ بھی خرچ کیا جائے وہ اسراف ہے۔خواہ وہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو۔''(۴)اور ایاز بن معاویہؒ کہتے ہیں!''اسراف وہ عمل ہے۔ جس کے ذریعہ اللہ کے حق میں کمی کی جائے۔''(۵)

اور حسن بصریؒ اس کی تشریح یوں کرتے ہیں۔اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں کوئی اسراف نہیں (خواہ کتنا ہی خرچ کرو)''(۶)اور تبذیر کے معنی ہیں۔''مال کو فضول خرچ کرتے ہوئے ضائع کر دینا،یہ بھی کہا گیا ہے کہ تبذیر معاصی میں مال خرچ کرنے کو کہتے ہیں''(۷)نسفیؒ لکھتے ہیں!''مال کو غیر محل میں خرچ کرنے کو تبذیر کہتے ہیں اور حضرت مجاھدؒ سے منقول ہے کہ اگر ایک مد(ایک پیمانہ)مال بھی باطل جگہ پر خرچ کیا تو تبذیر ہوگا۔''(۸)علامہ آلوسیؒ نے ماوردیؒ سے تبذیر و اسراف کی تشریح اس طرح نقل کی ہے۔''اسراف کمیت (خرچ کی مقدار)میں حد سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں اور یہ ان عائد شدہ حقوق کی مقداروں سے ناواقفیت کا ثبوت ہے جو اس کے ذمہ واجب ہیں اور تبذیر خرچ کرنے کے جائز مواقع میں تجاوز کرنے کا نام ہے اور یہ خرچ کی کیفیت اور ان کے مواقع نہ جاننے کی دلیل ہے۔اور یہ دونوں امر مذموم ہیں۔''(۱)اس کی تشریح سے واضح ہوتا ہے کہ انسان دولت کو صرف اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی حدود اور پابندیوں کے اندر رہ کر خرچ کرسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ جس جگہ خرچ کرنے کا اس کو حکم دے وہاں اسکا خرچ کرنا ضروری ہے۔اور جہاں اسکو خرچ کرنے سے منع کردے۔اس کیلئے وہاں خرچ کرنے سے رک جانا لازم ہے(۲)یہ ہیں مصارف کے اسلامی اصول۔

اسراف کی صورتیں:

اسراف کی کئی صورتیں بنتی ہیں۔

۱۔۔۔حلال سے تجاوز کر کے حرام تک پہنچ جائے اور حرام چیزیں کھانے پینے لگے۔

۲۔۔۔اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو کسی شرعی عذر کے بغیر حرام سمجھ کر چھوڑ دے۔

۳۔۔۔بھوک اور ضرورت سے زیادہ کھانا پینا،

۴۔۔۔ہر وقت کھانے پینے کی فکر میں رہنا۔(۳)

یہ تمام صورتیں اسراف میں شامل ہیں اور ناجائز ہیں۔

مال خرچ کرنے کی صورتیں:

انسان جو کچھ کماتا ہے وہ یا تو اپنے اوپر صرف کرتا ہے یا اپنے والدین، اہل وعیال اور خادموں اور ملازموں پر صرف کرتا ہے یا بچا کر رکھتا ہے، اور چوتھی صورت یہ ہوتی ہے کہ اسے فضول سرگرمیوں میں اڑا دیتا ہے، یا تفاخر و ریاکاری کی نذر کر ڈالتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علیحدہ علیحدہ ان چاروں صورتوں کا حکم بیان کیا ہے، جو کچھ انسان اپنے اوپر صرف کرتا ہے یا اپنے اہل وعیال و متعلقین پر خرچ کرتا ہے اسے صدقہ فرمایا گیا اور اس پر ثواب کی بشارت سنائی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **ما کسب الرجل کسبا اطیب من عمل یدہ وما انفق الرجل علی نفسہ واھلہ وولدہ وخادمہ فھو صدقۃ** انسان کی کوئی کمائی اس کی ہاتھ کی کمائی سے بہتر نہیں ہے، اور جو آدمی مال اپنے آپ پر خرچ کرتا ہے، یا اپنے اہل، اولاد اور خادموں پر خرچ کرتا ہے، وہ صدقہ ہے۔ (اس پر صدقے کا ثواب ملے گا)،

تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ آدمی کچھ مال پس انداز کرتا اور بچا کر رکھتا ہے، اس کی اہمیت اس لئے ہے کہ بسا اوقات حادثاتی طور پر مشکلات کا شکار ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں محفوظ رکھی ہوئی رقم کو کام میں لا کر دست سوال دراز کرنے سے یقیناً بہتر ہے، اس صورت کا ذکر مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی روایات میں ہے ان کی ایک باندی تھی جو دودھ فروخت کیا کرتی تھی، جس کی رقم مقدامؓ لیتے تھے، اس پر انہیں کہا کہ سبحن اللہ آپ دودھ جیسی چیز فروخت کر کے اس کی قیمت لیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں، اس میں کیا مضائقہ ہے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ لیأتین علی الناس زمان لا ینفع فیہ الا الدینار والدرھم(۵) لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جب سوائے دینار و درہم کے کوئی چیز فائدہ نہ دیگا۔ اور چوتھی صورت میں بھی یقیناً کسی کو اس سے اختلاف نہ ہوگا کہ اگر وہ اپنی کمائی کو لایعنی کاموں میں صرف کر ڈالتا ہے تو اس کا یہ فعل کسی صورت بھی درست قرار نہیں دیا جاسکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے اسے؛ شیطانی راستہ؛ قرار دیا۔ فرمایا؟ **وان کان یسعیٰ علی ابوین ضعیفین او ذریۃ ضعاف لیغنیھم او یکفیھم فھو فی سبیل اللہ وان کان یسعیٰ تفاخراً وتکاثراً فھو فی سبیل الشیطان(۶)** اور اگر انسان ضعیف والدین یا کمزور اولاد کے لئے کماتا ہے تاکہ انہیں غنی کر دے اور ان کی کفالت کرے تو یہ خرچ کرنا اللہ کے راستے میں ہے اور اگر اس کی یہ کوشش تفاخر اور دکھلاوے کے لئے ہے تو یہ مال کا صرف کرنا شیطان کے راستے میں ہے۔

تاجروں کے حقوق وفرائض:

اللہ تعالیٰ نے انسان کی روزی کمانے کے مختلف ذرائع اور اسباب پیدا اور مہیا فرما دیئے ہیں، ان میں سے کسی بھی پیشے اور ذریعے کو اپنا کر جائز اور حلال طریقے سے روزی کمانا درست ہے، البتہ ان میں سے ہاتھ کی کمائی یعنی تجارت و مزدوری اور صنعت و حرفت کے ذریعہ

کسب معاش زیادہ پسندیدہ ہے، پیشے اگرچہ سب اچھے ہیں مگر تجارت میں اللہ نے برکت بہت رکھی ہے۔ بشرطیکہ وہ حلال و جائز ہو اور اسلامی اصول تجارت کی روشنی میں، ان کی رعایت رکھتے ہوئے کی جائے اسی لئے اللہ تعالی نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے! واحل اللہ البیع وحرم الربوا، (١) ترجمہ : اور اللہ تعالی نے بیع کو تو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

اکبر الہ آبادی نے خوب کہا ہے،

لفظ تاجر خود ہے اسے اکبر ثبوت — دیکھ لو تاجر کے سر پہ تاج ہے۔

تجارت کی تعریف:

عام مفہوم میں تو تجارت کے معنی خرید و فروخت کے ہیں، لیکن تجارت کے اصطلاحی اور فنی مفہوم کی تشریح مختلف طریقوں سے کی گئی ہے، امام راغب اصفہانی کے بقول! التجارۃ التصرف فی راس المال طلبا للربح تجارت اصل مال میں نفع کی غرض سے تصرف کرنے کا نام ہے۔ اور دائرۃ المعارف میں بیان کی گئی تعریف بھی اسی کے قریب ہے۔

التجارۃ الصرف فی المال لغرض الربح (۳) تجارت منافع کمانے کی غرض سے مال میں تصرف کرنے کو کہتے ہیں۔ تجارت کی ایک تعریف یوں کی گئی ہے۔ ان التجارۃ فی البسط معانیھا تبادل منافع (۴) تجارت اپنے عام مفہوم میں منافع کے تبادلے کا نام ہے۔

یہ تعریف اس اعتبار سے زیادہ مناسب اور جامع کہی جاسکتی ہے۔ کہ یہ اسلامی فلسفہ معیشت کے زیادہ قریب ہے۔ جو انفرادی اور ذاتی مفاد سے بلند تر ہو کر کرہ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں کو فلاح کا پروگرام پیش کرتا ہے۔ اس لئے اسلام کی نظر میں تجارت خود نفع کمانے کا نام نہیں بلکہ نفع کو عام کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کا نام ہے۔ اور یہی بات اس تعریف میں کہی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ خیر الناس من ینفع الناس سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ (۵)

تجارت کی اہمیت:

تجارت، معیشت کا ایک اہم ترین شعبہ ہے۔ اور اس پر قدیم و جدید تمام ماہرین اقتصادیات اور فقہائے امت کا اتفاق ہے۔ کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ میں مذکور ہے۔

آج کی دنیا میں تجارت معاشی وسائل میں سے سب سے بڑا وسیلہ اور تمدنی و شہری زندگی کے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب ہے۔ (٦)

تجارت زمانہ قدیم ہی سے حصول معاش کا ایک اہم ذریعہ رہی ہے۔ اور آج کے دور میں معیشت کی بلند و بالا عمارت کا اس کے بغیر تصور

بھی ممکن نہیں، اس کے انہی دوررس ثمرات اور انگنت اجتماعی وانفرادی فوائد کی بنا پر اسلام نے تجارت کو بہترین سبب معاش قرار دیا ہے۔ اور صحیح اسلامی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے تجارت کرنے والوں کو بڑے اجر کی بشارت دی ہے۔ اسلام نے تجارت کو کسب معاش کے اسباب میں سے دوسرے نمبر پر رکھا ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ سب سے اچھا کسب جہاد کا ہے۔ بشرطیکہ جہاد کے ارادے کے ساتھ مال غنیمت کا ارادہ نہ کرے اور اپنی نیت خالص رکھے پھر دوسرے نمبر کی تجارت ہے۔ خصوصاً وہ تجارت جو مسلمانوں کے حوائج کو دور کرے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ **الجالب مرزوق و المحتکر ملعون** یعنی وہ تاجر جو مسلمانوں کو نفع پہنچانے کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اشیاء لے جائے وہ مرزوق ہے۔ اور جو تاجر ذخیرہ اندوزی کرے وہ ملعون ہے۔ اور وہ تجارت جو مسلمانوں کو نفع رسانی کی نیت سے ہو عبادت کا حکم رکھتی ہے۔ اس سلسلے میں شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ کا بیان کردہ یہ اصول بھی قابل توجہ ہے۔ **فالا شتغال بما یکون نفعه اعم یکون افضل**۔ وہی پیشہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ جس کا نفع (زیادہ) عام ہو۔ اور اس میں شک نہیں کہ تجارت کی منفعت متعدد وجوہ سے دیگر اسباب معاش سے بڑھ کر ہے۔ تو اس اعتبار سے بھی تجارت دیگر اسباب میں سے بہترین ذریعہ ہے۔

عرب اور تجارت:

مکہ کی وادی میں کھیتی باڑی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے وہاں کے باشندے اور خاص طور پر قریش کے زیادہ تر لوگ تجارت پیشہ تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ نے اطراف وجوانب کی سلطنتوں اور مختلف قبائل سے تجارتی معاہدے کر کے اس پیشے کو زیادہ مستحکم بنا دیا تھا۔ (۳) اس بناء پر تجارت سے مسلمانوں کی وابستگی ابتدائی دور ہی سے ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا تجارت میں ہمیشہ فعال کردار رہا ہے۔

حضور ﷺ اور تجارت:

عرب کے عام معمول اور مکہ مکرمہ کے خاص ماحول کی وجہ سے حضور ﷺ نے بھی ابتداء میں تجارت کو بطور پیشہ اپنایا اور اس سلسلے میں متعدد غیر ملکی سفر بھی کئے اور کئی بار تجارتی مال لے کر دوسرے ممالک گئے۔ چنانچہ شام کی طرف سب سے پہلا سفر آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ اس وقت کیا جب ابن سعد کے بقول آپ ﷺ کی عمر ۱۲ سال تھی، پھر شام کا دوسرا سفر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامان تجارت کے ساتھ اپنی عمر مبارک کے پچیسویں سال کیا اور اس میں توقع سے بڑھکر منافع کمایا۔ (۴)

تجارت کی اہمیت قرآن حکیم کی روشنی میں:

تجارت کی اہمیت کے پیش نظر قرآن حکیم نے بھی اپنے اسلوب میں متعدد مقامات پر اسکی ترغیب دی ہے۔ چند آیات پیش کی جاتی

ہیں۔ سورۃ جمعہ میں ارشاد ہے۔ **فاذا قضیت الصلوۃ فا نتشر وا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ (۵)** پس جب نماز جمعہ پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (اس کا رزق تجارت وغیرہ کے ذریعہ) تلاش کرو۔ اکثر مفسرین نے اس آیت میں فضل سے رزق اور منافع مراد لیا ہے۔

سورۃ نساء میں فرمایا۔ **یا یھا الذین امنوا لا تا کلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم (۷)**
اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کے اموال ناحق مت کھایا کرو ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت ہو (تو کوئی مضائقہ نہیں)۔ بحری تجارت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

حضرت قتادہؓ سے اس آیت کی تشریح میں منقول ہے کہ تجارت اللہ کے رزق میں سے ایک رزق ہے، اللہ کی حلال کردہ چیزوں میں سے ایک ہے، اس شخص کیلئے جو اسے سچائی اور نیکی کے ساتھ حاصل کرے۔ (۸)

(۱)۔ تفسیر عزیزی ۹۳۷ء بادنی تصرف العبارۃ، (۲)۔ المبسوط کتاب الکسب جلد، (۳) ہادی اعظم ۹۲، (۴) تفصیل کیلئے عیون الاثر ۱/۱۰۵ (۵) سورہ جمعہ آیت ۱۵، (۶) نسفی ۲۵۶، (۷) سورہ نساء آیت ۲۹، (۸) بیہقی ۸/۸۶، (۹) سورۃ فاطر آیت ۱۲، (۱۰) سورہ بقرہ آیت ۱۶۴،

وتری الفلک فیہ مواخر لتبتغوا من فضلہ (۹)
اور تو کشتیوں کو اس (سمندر) میں پانی کو چیرتی ہوئی رواں دواں دیکھتا ہے۔ تا کہ اس کے فضل (رزق) کو تلاش کریں۔ اور سورہ بقرہ میں ارشاد ہے۔ **والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس (۱۰)**
اور جہاز ہیں جو سمندر میں وہ (تجارتی سامان) اُٹھائے پھرتے ہیں جن سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے۔ ان آیات سے بحری تجارت کی اہمیت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اور معیشت میں اس کی حیثیت کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔ اسلام نے تجارت کی اہمیت ہی کے پیش نظر ایام حج میں بھی اسکی اجازت دی ہے۔ اطراف عالم سے آنے والے اہل اسلام کا نمائندہ اجتماع اس موقع سے فائدہ اٹھا سکے مذکورہ ذیل آیت مبارکہ اسی سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔

لیس علیکم جناح ان تبتغو افضلا من ربکم (۱) تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم اپنے رب کا فضل (ایام حج میں بذریعہ تجارت) تلاش کرو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جاہلیت میں عکاظ مجنۃ اور ذوالمجاز کے نام سے بازار لگتے تھے جب اسلام آیا تو ایسا محسوس ہوا کہ لوگ (ان بازاروں میں خرید وفروخت کو) گناہ سمجھنے لگے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی **لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم**، ابن عباس کی قرأت میں اس آیت کے آخر میں **فی مواسم الحج** (حج کے موسم میں زیادہ کیا گیا ہے)۔ (۲)

سورہ بقرہ میں دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ **یأیھا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم (۳)**

اے ایمان والوں! ان پاک چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اس سے مراد تجارت کی کمائی ہے۔(۴)

تجارت کی ترغیب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احادیث مبارکہ میں تجارت کی ترغیب دی ہے اور اسے بہترین رزق اور عمدہ روزی فرمایا ہے۔ چند روایات ملاحظہ ہوں۔ عن ابی سعید رضی الله عنه ان البنی صلی الله علیه وسلم قال التاجر الصدوق الا مین مع النبین والصدیقین و الشهدآء(۵) ابو سعید سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ بہت سچا اور امانت دار تاجر (روزِ قیامت) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ ترمذی شریف ہی کی دوسری روایت میں تاجروں کو تنبیہ بھی فرما دی کہ مالی امور کی نزاکت کے سبب اکثر تاجر روزِ قیامت گناہ گاروں کی صف میں ہوں گے، مگر سچے اور متقی تاجروں کا ان سے استثناء فرما دیا، فرمایا۔ بلاشبہ قیامت کے دن (اکثر) تاجر گناہ گار اُٹھائے جائیں گے، سوائے ان کے جو اللہ سے ڈریں اوانہوں نے نیکی کو اور سچ کو اپنا شعار بنایا۔ ایک روایت میں تجارت کو رزق کے دس میں سے نو حصے قرار دیتے ہوئے فرمایا!

علیکم بالتجارة فان فیها تسعة اعشار الرزق(۶) تم تجارت کو اپنے اور پر لازم کرلو کیونکہ اس میں رزق کے دس میں سے نو حصے ہیں۔ ایک روایت میں بازاروں کو اللہ تعالی کا دستر خوان فرمایا، ارشاد ہے۔

الاسواق موائد الله تعالی فمن اتاها اصاب منها(۷) بازار اللہ تعالی کے دستر خوان ہیں۔ جو ان میں آئے گا وہ ضرور ان سے (اپنا حصہ) پائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانے میں تاجروں کو سمسار کہا کرتے تھے۔ سمسار کے معنی دلال کے ہیں۔ اور یہ عجمی لفظ ہے۔ تاجروں کی فضیلت ہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر تاجر رکھا، قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی تفصیل ملتی ہے وہ فرماتے ہیں۔

کنا بالمدینة نبیع الا وساق و نبتا عها ونسمی انفسنا السما سرة ویسمینا الناس فخرج الینا، رسول الله صلی الله علیه وسلم فسماناباسم هو خیر لنامن الذی سمینا به انفسنا فقال یا معشر التجار انه یشهد بیعکم الحلف والغو فشوبوه بالصدقه(۸) ہم مدینہ کے بازاروں میں مال کی خرید و فروخت کیا کرتے تھے اور ہم اپنے آپ کو خود بھی سمسار کہتے تھے۔ اور دوسرے لوگ بھی ہمیں اسی نام سے یاد کیا کرتے تھے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور ہمارا نام اس سے بہتر رکھا، جو خود ہم نے اپنا رکھا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا اے تاجروں! تمہاری تجارت میں قسم آتی ہے اور (دوسری) لغو باتیں بھی ہو جاتی ہیں سو اسے صدقے کے ساتھ ملا دیا کرو۔ یعنی صدقہ بھی کرتے رہا کرو تا کہ وہ تجارتی لین دین میں ہونے والی کوتاہیوں اور لغزشوں کا کفارہ

بن جایا کرے، براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مبرور کو بہترین کسب فرمایا، حضرت براء سے روایت ہے۔سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای کسب الرجل اطیب؟ قال عمل الرجل بیدہ و کل بیع مبرور (۱) ترجمہ: نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ آدمی کی کونسی کمائی زیادہ بہتر ہے آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر بیع مبرور جس میں کوئی خرابی نہ ہو۔ جو تاجر مشقت اٹھا کر اناج کو ایک شہر سے دوسرے شہر تک لے جاتا ہے۔اور اس دن کی قیمت پر اس سے فروخت کرتا ہے تو یہ اللہ کے ہاں اس کا مقام شہید کی مانند ہے۔دوسری روایت میں اس کی اس محنت کو صدقہ قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ من جلب طعاما فباعه بسعر یو مه فکا نما تصدق به (۳) جو تاجر اناج کو مشقت اٹھا کر لائے اور اس روز کی قیمت پر اسے فروخت کرے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے صدقہ کیا ہو۔ایک اور روایت میں تجارت کو عوام کے لئے ایک بڑی معاشی نعمت قرار دیا، ارشاد ہے۔لو لا هذه البیوع صرتم عالة علی الناس (۴)

اگر یہ خرید و فروخت نہ ہوتی تو تم لوگ (معاشی اعتبار سے) دوسروں پر بوجھ بن جاتے۔

ان تمام روایات کا مشترک مفہوم یہی سامنے آتا ہے۔کہ چونکہ تجارت کی معاشی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، اسلئے ذاتی اغراض و مفاد سے بڑھ کر ملکی اور اسلامی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمانوں کو اس میدان میں بھرپور سرگرمی کا مظاہرہ کرنا چاہئے تاکہ یہ میدان غیر مسلموں کے ہاتھ نہ لگ سکے ورنہ مسلمانوں کیلئے بہت سی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔جن کا آج بھرپور مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔البتہ اس میدان میں بھی اپنے خالق اور مالک سے تعلق کو کمزور نہیں ہونے دینا چاہیئے اور اس کی ہدایت فرمودہ تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس میدان میں اپنی صلاحیتیں صرف کرنی چاہئیں۔

تجارت کے اصول:

اسلام نے تجارت کی اہمیت اور انسانی زندگی میں اس کی ضرورت کے پیش نظر اس کے اصول مرتب کئے ہیں اور تجارت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔صحیح تجارت اور فاسد تجارت، اسلام کے بیان کردہ اصولوں میں تاجروں کے حقوق و فرائض سبھی آجاتے ہیں۔اور درحقیقت یہ اصول اسلامی تجارت کے دستور کی حیثیت رکھتے ہیں جس کی دفعات تجارت سے متعلق تمام معاملات کا بحسن و خوبی احاطہ کرتی ہے۔ان اصولوں کا خلاصہ الگ الگ عنوانات کے تحت پیش کیا جاتا ہے۔(۱) بقرہ آیت ۱۹۸، (۲) بخاری ۲، (۳) سورہ بقرہ آیت ۲۶۷، (۴) بیہقی ۸/۸۶، (۵) ترمذی ابواب البیوع باب ماجاء فی التجار، الدار قطنی ۳/۷ (۶) احیاء علوم الدین ۲/۶۴ (۷) ایضاً (۸) نسائی کتاب البیوع باب الا مر بالصدقة یعتقد الیمن، ابو داؤ دکتاب البیوع باب فی التجارہ خلطها الحلف و الغر.

اصولِ تجارت کا جاننا:

تاجر کیلئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کے بیان کردہ اصولِ تجارت سے واقف ہو اور خرید وفروخت کے ضمن میں بیان کی گئی اسلامی شرائط جانتا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شرط پر عمل پیرا ہو کر ان معاشی بے اصولیوں اور مالی بے ضابطگیوں سے بخوبی بچا جاسکتا ہے جو اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت اور اسلامی اصولِ تجارت سے جہالت کی بناء پر ہمارے نظامِ معیشت میں در آئی ہیں۔ جن میں سے چند کا ذکر آگے چل کر ہوگا۔ اسی بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں حکم فرمادیا تھا کہ! **لا يبيع في سوقنا الامن قد تفقه في الدين** (۵) ہمارے بازاروں میں صرف وہی خرید وفروخت کرے جو دین کی سمجھ رکھتا ہو۔ اسے کم از کم ان مسائل کا بقدرِ ضرورت لازماً علم ہو جن سے تجارتی معاملات کا واسطہ پڑتا ہے۔

تجارت کی اہلیت:

تجارتی معاملات کرنے والوں کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ معاملہ کرنے کی اہلیت بھی رکھتے ہوں۔ یعنی وہ عاقل، بالغ اور آزاد ہوں۔ اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو ان کا معاملہ درست نہ ہوگا۔ اور یہ تجارت جائز نہ ہوگی۔ لہٰذا ناسمجھ بچے، مجنون اور پاگل شخص اور غلام کی خرید وفروخت درست نہیں، غلام کی تجارت صرف اس صورت میں درست ہوسکتی ہے جب اس کا مالک اسے اجازت دے دے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتى يستيقظ و عن الصبي حتى يشب و عن المعتوه حتى يعقل (۶) تین افراد سے قلم اٹھالیا گیا ہے (وہ شرعی احکامات کے مکلف نہیں) ۱۔ سونے والے شخص سے بیدار ہونے تک ۲۔ بچے سے بالغ ہونے تک ۳۔ بے عقل شخص سے اس کی عقل کے لوٹ آنے تک۔

برکت کے اوقات:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت کو برکات والا فرمایا ہے۔ اس لئے آپ اگر کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو صبح کے وقت ہی روانہ کیا کرتے تھے۔ تجارت کیلئے بھی یہ وقت باعث برکت ہے۔ اس لئے اپنے کاموں کا آغاز علی الصبح ہی کرنا چاہئے، اور اس بری روایت کو ختم کرنا چاہیے جس کے تحت ہمارے ہاں کاروباری سرگرمیاں بعد از زوال شروع ہوتی ہیں۔ حضرت صخر غامدی رضی اللہ عنہ ایک صحابی رسول ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم بارک في امتي في بکورها قال و کان اذابعث سرية اوجيشاً بعثهم اول النهار وکان صخر ارجلا تاجرا و کان اذابعث تجاره بعثهم اول النهار فاثرىٰ و کثر ماله (۱) رسول اللہ صلی

علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میری امت کی صبحوں میں برکت عطا فرما (صبح کو شروع کئے جانے والے کاموں کو بابرکت بنا) صخر فرماتے ہیں کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تاجر تھے وہ جب اپنے تاجروں کو (تجارتی سفر پر) روانہ کرتے تو صبح کے وقت ہی بھیجتے تھے۔اس بناء پر (حضور ﷺ کی دعا اور آپ ﷺ کی سنت کی پیروی کی وجہ سے) وہ امیر ہوگئے اور ان کے پاس مال و دولت کی کثرت ہوگئی۔اسی طرح قرآنی آیت **فاذاقضیت الصلواۃ فانتشر وا فی الارض** (تفصیل پہلے گزر چکی ہے) کے پیش نظر جمعہ کے روز بعد از جمعہ کے وقت کو بھی تجارتی معاملات کیلئے بابرکت قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ عراک بن مالک رضی اللہ عنہ کا قصہ مشہور ہے کہ جب وہ نماز جمعہ سے فارغ ہوکر لوٹتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوکر دعا مانگتے!

اللّٰھم انی اجبت دعوتک وصلیت فریضتک وانتشرت کما امرتنی فارزقنی من فضلک وانت خیر الرازقین

. (۲) اے اللہ میں نے تیری دعوت پر لبیک کہا اور تیری فرض نماز ادا کی اور تیرے حکم کے مطابق (زمین میں رزق کی تلاش کیلئے) پھیل گیا۔پس تو اپنے فضل سے رزق عطاء فرما تو بہترین رزق دینے والا ہے۔اسی لئے بعض سلف سے یہ منقول ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز نماز کے بعد خرید و فروخت کرتا ہے اللہ تعالی اس کی تجارت میں ستر بار برکت عطا فرماتے ہیں۔(۳)

باہمی تعاون:

تجارت کی بنیاد تو ہے ہی باہمی اعتماد و تعاون پر، اسلئے اس میں تعاون اور خیر خواہی کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے لہذا معاملات طے کرتے وقت ضروری ہے کہ فریقین کے مابین مکمل ہم آہنگی اور باہمی اعتماد کی فضاء قائم ہو۔اس کے بغیر خرید و فروخت درست نہ ہوگی، قرآن کہتا ہے۔**وتعاونو اعلی البر والتقویٰ ولا تعاونو اعلی الاثم والعدوان** (۴) یعنی بھلائی کے امور میں تعاون کرو اور غلط کاموں میں ایک دوسرے کا ساتھ مت دو۔اگر تجارتی معاملے میں بھی کسی برائی یا کسی زیادتی کا تمہیں احساس ہو تو معاملے طے مت کرو۔

ایک دوسرے کی خیر خواہی:

مالی امور میں صرف اپنے مفاد کو پیش نظر رکھنا درست نہیں بلکہ فریق مقابل کی خیر خواہی کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ ایک فریق کا زیادہ سے زیادہ منافع فریق ثانی کے زیادہ سے زیادہ نقصان پر منتج ہو، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کا حکم دیا ہے۔**عن تمیم الداریؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدین النصیحۃ، قلنا لمن؟ قال للہ ولکتابہ ولرسولہ و لائمۃ المسلمین و عامتھم** (۵)

تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین تو خیر خواہی کا نام ہے ہم نے پوچھا کس کی خیر خواہی؟ فرمایا اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے حاکموں کی اور تمام مسلمانوں کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے خیر خواہی کی بھی بیعت لیتے تھے، جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔
بایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النصح لکل مسلم(٦) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ اسی لئے یہ حکم بھی ہے کہ جس شخص سے مشورہ کیا جائے وہ ایمانداری کے ساتھ اور مکمل خلوص سے مشورہ دے کیونکہ وہ امین ہے اور امانت میں خیانت جرم ہے۔ فرمایا۔ **المستشار مؤتمن وھو بالخیار مالم یتکلم(١)** جس سے مشورہ طلب کیا جائے اس کی حیثیت امین کی سی ہے۔ اسے اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ اپنا خیال ظاہر نہیں کرتا۔ (اور جب بات کرنے کا موقع آجائے تو پھر اس کا اختیار ختم ہو جاتا ہے اور اس کے پاس ایمانداری سے اپنی صحیح رائے ظاہر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا)۔
ایک اور روایت میں ارشاد ہے۔ **دعو الناس یصیب بعضھم من بعض و اذا استشار احد کم اخاہ فلینصحه (٢)** لوگوں کو (ان کے معاملات میں آزاد) چھوڑ دو تاکہ وہ ایک دوسرے سے فائدہ اٹھائیں۔ اور جب تم میں سے کسی سے اس کا (مسلمان) بھائی مشورہ کرے تو اسے چاہیئے کہ خیر خواہی کے ساتھ مشورہ دے۔

مضطر کی تجارت:

تجارت اور خرید و فروخت کے دوران بہت سے مواقع ایسے آتے ہیں جب انسان معاملات کرنے میں مجبور ہو جاتا ہے۔ کبھی کسی ضرورت اور خارجی سبب کی بناء پر اس کیلئے کسی چیز کا فروخت کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ تو کبھی کسی مجبوری کے تحت کسی چیز کا حاصل کرنا لازمی قرار پاتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ ہر قیمت پر معاملے طے کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ طے ہونے والی قیمت پر وہ مطمئن نہیں ہوتا، یہ صورت اصول تجارت کے خلاف ہے۔ انسان کو اپنے معاملات طے کرنے میں پوری آزادی ہونی چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بناء پر مضطر سے معاملات طے کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس صورت میں اس کا نقصان ہے۔ ابوداؤد کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ **سیاتی علی الناس زمان عضوض یعض المؤسر علی مافی یدیه ولم یؤمر بذالک قال اللہ تعالی ولا تنسوا الفضل بینکم ویبایع المضطرون وقد نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر وبیع الغرر و بیع الثمرة قبل ان تدرک (٣)** لوگوں پر عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے، جب لوگ ایک دوسرے کو کاٹنے کو دوڑیں گے۔ (ایک دوسرے کو ستائیں گے) اور جو شخص مالدار ہو گا وہ اپنے مالوں کو دانتوں سے پکڑے رہے گا، حالانکہ ایسا حکم نہیں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ آپس میں احسان کو مت بھولو، اور (لوگ مجبور ہو کر خرید و فروخت کریں گے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے مجبور کا مال خریدنے، دھوکے کی تجارت کرنے اور پکنے سے پہلے پھل بیچنے سے منع فرمایا ہے، اسلام کا اصول یہ ہے کہ نہ خریدنے والے کا نقصان ہو نہ بیچنے والے کا، آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ **عن ابن عباس رضی اللہ عنه، قال رسول اللہ علیه وسلم لا ضرر ولا ضرار (٤)** ابن عباسؓ

سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نقصان اٹھانا ہے نہ نقصان پہنچانا۔

دھوکہ دہی سے اجتناب:

دھوکہ دہی کی لعنت سے کوئی شعبہ خالی نہیں، لیکن تجارت خاص طور پر اس سے متاثر ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک تو اپنے مال کے فرضی محاسن بیان کرنا اور اس کے عیوب پر پردہ ڈالنا تجارتی آداب میں شامل ہے۔ اور ایک فن ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس صورت میں خریدنے والے کا نقصان ہے۔ اس لئے اس کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں ہوسکتی، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے۔ کہ مال تجارت کے عیوب خریدار پر واضح کر دینے چاہئیں اور اسے کسی بھی چیز سے اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہیئے۔ ابن عمر رضی اللہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بار مدینہ منورہ کے بازار میں غلہ کے ڈھیر پر سے گزر ہوا، آپ ﷺ کو اس ڈھیر کا ظاہری حصہ اچھا محسوس ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس کے اندر داخل کیا تو اس میں وہ کچھ نکلا جو ظاہری حصے میں نہیں تھا۔ (یعنی ڈھیر کے اندر کا حصہ خراب تھا) آپ ﷺ نے اس پر مالک کی سرزنش کی پھر فرمایا۔ **لا غش بین المسلمین من غشنا فلیس منا** (۵) مسلمانوں کے باہمی معاملات میں دھوکہ دہی نہیں ہونی چاہیئے۔ جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

فروخت کرنے والی چیز پر قبضہ ہونا:۔

جو چیز فروخت کی جارہی ہے۔ اس پر فروخت کرنے والے کا قبضہ ہونا ضروری ہے۔ آج کل بہت سی چیزوں میں یہ طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے۔ کہ ایک شخص خریدنے کے بعد خود اس پر قبضہ حاصل کئے بغیر فوراً ہی فروخت کر دیتا ہے۔ یہ کسی صورت درست نہیں کیونکہ اس صورت میں بھی بدمعاملگی اور باہمی مناقشہ پیش آسکتا ہے۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک شخص مجھ سے وہ چیز فروخت کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے جو میرے پاس موجود نہیں۔ تو کیا میں وہ اسے بیچ سکتا ہوں؟ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تبع ما لیس عندک (۱) ترجمہ: تم وہ چیز فروخت مت کرو جو تمھارے پاس موجود نہیں ہے۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے **من ابتاع طعاما فلا بیعه حتی یقبضه** (۲)

جس شخص نے کھانے کی اشیاء (غلہ وغیرہ) خریدیں تو وہ اسے اس پر قبضہ کرنے سے قبل نہ بیچے۔

پھلوں کی قبل از وقت فروخت:۔

اسی طرح ایک غلط طریقہ یہ رائج ہے۔ کہ پھلوں کو وقت سے بہت پہلے فروخت کر دیا جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو درختوں پر پھول بھی نہیں آیا ہوتا کہ اس کو بیچ دیا جاتا ہے۔ اسلامی اصولوں کے مطابق یہ طریقہ جائز نہیں اور اس طرح کی جانے والی ساری تجارت ناجائز

ہے۔پھلوں کی خرید وفروخت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پھلوں میں جب پختگی آجائے تب اس کی خرید وفروخت کی جائے۔اس کو حدیث میں بدوصلاح فرمایا گیا ہے۔اور پختگی سے قبل بیع اور ہر طرح کی خرید وفروخت ممنوع ہے۔کیونکہ اس صورت میں خریدنے والے کا نقصان ہے۔اس لئے کہ جب پھل اپنی اصل شکل میں بنا ہی نہیں تو یہ امکان موجود ہے۔کہ آندھی یا طوفان، تیز بارش اور اولوں یا کسی بیماری کے حملے کی وجہ سے وہ استعمال کئے جانے کی حالت میں آنے سے قبل ہی ضائع ہوجائے ظاہر ہے۔کہ اس صورت میں خریدنے والا سراسر خسارے میں رہیگا۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لا تبتا عو ا الثمر حتی یبد و صلاحه و تذهب عنه الآ فة قال یبد و صلا حها حمرته و صفرته. (۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھلوں کو (درختوں پر) اس وقت تک مت بیچو جب تک ان کی پختگی ظاہر نہ ہوجائے اور ان سے آفت کے جانے کا یقین نہ ہوجائے اور فرمایا اسکی پختگی یہ ہے۔کہ ان (پھلوں) پر سرخی یا زردی ظاہر ہوجائے۔

اس لئے حضور ﷺ نے کئی کئی برس کا پھل ایک ساتھ بیچنے کی بھی ممانعت فرمادی جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قا ل نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیع السنین (۴)

وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی کئی برس کی خرید وفروخت سے منع فرمایا۔

ذخیرہ اندوزی:۔

تجارت میں ایک اور اہم مسئلہ ذخیرہ اندوزی کا ہے۔اس کے برے اور مضر اثرات کا مشاہدہ عموماً اس وقت ہوتا ہے۔جب کسی چیز کی طلب میں اضافہ اور رسد میں کمی ہوجاتی ہے۔ان حالات میں مفاد پرست طبقہ عوامی ضروریات کا خیال کئے بغیر اس جنس کو بڑی تعداد میں خرید کر گوداموں کی زینت بنادیتا ہے اور من مانے نرخ وصول کرتا ہے۔اسے عربی میں احتکار کہتے ہیں۔ابن منظور لکھتے ہیں۔احتکار لغت میں کھانے پینے کی اشیاء کو گرانی کے انتظار میں روک رکھنے کو کہتے ہیں۔(۵) رسول اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو باعث گناہ فرمایا۔ معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔وہ کہتے ہیں۔سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا یحتکر الا خاطئ (۶)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے۔کہ ذخیرہ اندوزی خطا کار ہی کرتا ہے۔

نرخ بڑھانے کیلئے مداخلت کرنا:۔

بعض اوقات خریداری مقصود نہیں ہوتی۔صرف نرخ بڑھانے کے لئے معاملے میں مداخلت کی جاتی ہے۔چونکہ اس صورت میں بھی ایک فریق کا نقصان ہے۔اس لئے اس سے منع فرمایا گیا۔حضور ﷺ نے اس عمل پر سخت وعید فرمائی ہے۔معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ من دخل فی شئی من اسعار المسلمین لیغلیه علیهم کا ن

حقاً علی الله ان یقذفه فی معظمه من النار یوم القیامة (۷) جس شخص نے مسلمانوں پر نرخ بڑھانے کے لئے مداخلت کی تو اللہ کے ذمہ (اس مظلوم کا) یہ حق ہے کہ وہ ایسے (مداخلت کرنے والے) شخص کو قیامت کے روز بہت بڑی آگ میں ڈال دے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا!

لا یحل لا مرئ یؤ من با لله و الیوم الأخر ان یبیع علی بیع ا خیه حتی یتر که (۱)

جو شخص اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے بھائی کی خرید وفروخت پر معاملہ نہ کرے۔ جب تک کہ وہ اس (معاملے کو) چھوڑ نہ دے۔

ناپ تول میں کمی کرنا:۔

ناپ تول میں کمی کرنا اخلاقی جرم تو ہے ہی ویسے بھی اس کے بہت سے مفاسد ہیں۔ مثلاً خریداروں کا اس پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ اور یہ عمل جھوٹ۔ خیانت دھوکہ دہی سمیت بہت سی برائیوں کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اسلام اس عمل کی سختی کے ساتھ ممانعت کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر پورا پورا تولنے کا حکم دیا ہے۔ سورۃ انعام میں فرمایا! و اوفوا الکیل و المیزان با لقسط (۲). اور پیمانے اور میزان کو انصاف کے ساتھ پورا کرو۔

اور دوسرے مقام پر ایسے لوگوں کے لئے سخت ترین وعید بیان فرمائی جو ناپنے تولنے میں کمی بیشی کرتے ہیں ارشادی باری تعالی ہے۔

و یل للمطففین ه الذین اذا اکتالو ا علی الناس یستوفون ه و اذا کا لوا هم او وزنو هم یخسرون (۳). ہلاکت ہے (ناپ تول میں) کمی کرنے والوں کے لئے۔ وہ لوگ کہ جب ناپ کر لوگوں سے لیتے ہیں۔ تو پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔

وزن کرتے ہوئے احتیاط:۔

ناپ تول میں کمی کے مسئلے میں معاملے کی سنگینی کے پیش نظر یہ ہدایت بھی فرمائی گئی کہ تولتے اور ناپتے وقت صرف پورا پورا تولنے کا خیال نہیں رکھو بلکہ جھکتا ہوا تولو سوید بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جلبت انا و مخرمة بزا من هجر فبعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم سراویل و ثم وزان یزن بالا جر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم زن وارجح (۴)

میں اور مخرمہ (رضی اللہ عنہ) مقام ہجر سے کپڑا خرید کر لائے تو میں نے رسول ﷺ کو ایک شلوار فروخت کی۔ وہاں ایک وزن کرنے والا تھا۔ جو اجرت لے کر وزن کیا کرتا تھا۔ پس رسول ﷺ نے اسے فرمایا کہ وزن کیا کرو اور جھکتا ہوا تولا کرو۔

جھوٹی قسم کھانا:۔

مال بیچنے اور گاہک کو مطمئن کرنے کے لئے قسمیں کھانا بھی عام معمول ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں جھوٹی قسمیں اٹھالینا کوئی عجیب بات نہیں۔ اور یہ صورت بھی حقائق کے برعکس گاہک کو مطمئن کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اس لئے آسلام کے نزدیک درست نہیں اوراس سے منع فرمایا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں تین قسم کے افراد کے لئے سخت ترین وعید فرمائی ہے۔ ان میں سے ایک جھوٹی قسم کھانے والا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے۔

ثلثة لا ينظر الله اليهم يوم القيمة ولا يزكيهم ولهم عذاب اليم قلت من هم يا رسول الله ؟ فقد خابو ا و خسرو قال المنا ن و المسبل ازاره والمنفق سلعة با لحلف الكاذب (٥)

تین (قسم کے) افراد ہیں جن کی طرف اللہ تعالی روز قیامت نہ تو (رحمت کی نظر سے) دیکھیں گے نہ انہیں پاک کریں گے اوران کے لئے دردناک عذاب ہے۔ میں (ابوذرؓ) نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کون لوگ ہیں؟ وہ تو برباد ہو گئے وہ تو خسارے میں رہ گئے۔ فرمایا ایک احسان جتانے والا دوسرا شلوار (وغیرہ تکبر کی وجہ سے) لٹکانے والا اور تیسرا جھوٹی قسم اٹھا کر اپنا مال فروخت کرنے والا۔ اورابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ کہ رسول ﷺ نے فرمایا! **الحلف منفقة للسلعة و ممحقة للبركة (٦).**

(جھوٹی) قسم سامان بکوادیتی ہے اور برکت مٹادیتی ہے۔

حرام اشیاء کی تجارت:۔

جو چیزیں خودحرام ہیں ان کی خرید وفروخت بھی حرام اور ناجائز ہے۔ مثلاً شراب خنزیر وغیرہ۔ بعض اوقات یہ شیطانی وسوسہ بھی دل میں پیدا ہوتا ہے کہ اگر چیز خودحرام ہے۔ تو کیا ہوا ہم اسے ذاتی استعمال میں تو نہیں لارہے ہم تو اپنی محنت کا صلہ لیتے ہیں۔ مگر یہ فقط شیطانی وسوسہ ہے۔ کیونکہ حرام چیز کی خرید وفروخت کرنا اسے رائج کرنے کے مترادف ہے۔ اور خودحرام کام میں شرکت کرنے کے بھی۔ اسلئے یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا! **ان الله تعالى اذا حرم شياً حرم ثمنه (١).**

اللہ تعالی نے جو چیز حرام کی ہے اس کی قیمت بھی حرام ہے۔

اور تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

لا يحل ثمن شئ لا يحل اكله و شربه (٢)

اس چیز کی قیمت بھی حلال نہیں ہے۔ جس چیز کا کھانا پینا حلال نہیں ہے۔

اس حکم کی مزید وضاحت مدینہ منورہ میں حرمتِ شراب کے ابتدائی دور کے اس واقعہ سے ہوگی، جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا

مدینہ منورہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہنے لگی اور لوگوں نے اسی وقت ساری شراب ضائع کردی، مگر سب سے حیرت انگیز واقعہ یہ رونما ہوا کہ ایک صحابی رسول اپنا سارا مال لے کر تجارت کے لئے شراب خریدنے گئے ہوئے تھے۔ وہ جب تجارتی مال لے کر شام سے لوٹے تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے قبل ہی انہیں حرمتِ شراب کی اطلاع مل گئی، وہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے معاملے میں راہنمائی چاہی، آپ ﷺ نے فرمانِ خداوندی کے مطابق حکم دیا کہ ساری شراب بہادو، اس سچے جان نثار رسول ﷺ نے بلا جھجک اپنا سارا سرمایہ زمین پر بہادیا، جس سے انہیں بڑے بھاری منافع کی امیدیں تھیں۔ (۳)۔ فی الحقیقت آج بھی ہمیں اطاعتِ رسول ﷺ کا یہی جذبہ درکار ہے جو ہمارے بگڑے ہوئے معاملات کو درست نہج پر گامزن کرسکتا ہے۔

سود کا کاروبار:

سود کی لعنت سے کون واقف نہیں؟ آج کل کی معیشت کا بال بال سودی معاملات میں جکڑا ہوا ہے۔ اس کی حقیقت سب جانتے ہیں اسلئے موضوع پر صرف ایک آیت اور دو احادیث پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے!

یاایھا الذین امنو اتقو اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ (۴)

اے ایمان والوں! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے۔ اسے چھوڑ دو اگر تم (سچے) مومن ہو، اور اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سود کھانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا و موکلہ وشاھدیہ و کاتبہ (۵)

رسول ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے اس (سودی کاروبار) کے گواہوں اور اس (معاملے کو تحریر کرنے والے) کاتب پر لعنت فرمائی ہے۔ اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آپ ﷺ نے موجودہ دور کی کیسی صحیح منظر کشی فرمائی ہے۔

قال لیأتین علی الناس زمان لا یبقی احد الا اکل الربا فان لم یاکلہ اصابہ من بخارہ (۶)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا جب ایسا کوئی شخص باقی نہ رہیگا۔ جس نے سود کھایا ہو اور جو سود نہ کھائے گا، تب بھی اس کا اثر اس تک ضرور پہنچے گا۔

اب یہ ہمارا عمل ہے کہ ہم سودی زندگی میں شریک ہو کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کیلئے تیار ہوتے ہیں۔ اور ان کی لعنت کے مستحق بنتے ہیں یا پھر اپنی سابقہ بداعمالیوں سے توبہ کرکے اس لعنت کا طوق اپنی گردنوں سے نکال پھینکتے ہیں۔

یہ تھا ان چند اصولوں کا خلاصہ جو اسلام نے تجارت کے سلسلے میں بیان فرمائے ہیں، تاجروں کے حقوق وفرائض کی بحث کو ختم کرنے سے قبل خلاصہ کلام کے طور پر آپ ﷺ کی ایک روایت بیان کرتے ہیں جس میں آپ ﷺ نے بہترین تاجر کی خصوصیات جمع فرمائی ہیں۔

بہترین تاجر:

اصبہانی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا!

ان طیب الکسب التجار الذین اذا حد ثو ا لم یکذبو و اذا وعد والم یخلفو ا و اذا ا ؤ تمنو ا لم یخنوا و اذا اشترو الم یذ موا و اذا با عو ا لم یمد حو ا و اذا کان علیھم لم یمطلو ا و اذا کان یعیر و ا (۷)۔ بلاشبہ پاکیزہ ترین کمائی ان تاجروں کی ہے جو بات کرتے وقت جھوٹ نہیں بولتے، وعدہ کرتے ہیں تو اس کے خلاف ورزی نہیں کرتے، جب ان کے پاس امانت رکھی جاتی ہے۔ تو خیانت نہیں کرتے، سامان خریدتے وقت اسے خراب نہیں کرتے، اور (اپنا سامان) بیچتے وقت اس کی (بے جا) تعریف نہیں کرتے، ان کے ذمہ کسی کا حق ہو تو ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام نہیں لیتے، اور اگر ان کا کسی پر قرض ہو تو اسے تنگ نہیں کرتے۔

اس جامع ترین حدیث پر یہ حصہ ختم کرتے ہیں۔ اللہ تعالی ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ (آمین)

مزدوروں کے حقوق وفرائض:

دنیا کی تعمیر اور ترقی یافتہ ممالک کی مضبوط معیشت ہو یا ترقی پزیر یا نسبتاً کم ترقی یافتہ ممالک کے اقتصادی امور ان سب کے پیچھے جس طبقے کی محنت اور جانفشانی کارفرما ہے۔ وہ مزدور طبقہ ہے۔ بلند و بالا عمارتوں، میلوں طویل شاہراہوں، دن رات دھواں چھوڑتی فیکٹریوں اور فلک بوس ٹاوروں کا ایک ایک حصہ اس امر کا شاہد ہے کہ ان کی خوبصورتی اور خوشنمائی کا سبب وہی مزدور ہے جس کا خون اور پسینہ اس کی تعمیر میں ایک ہوا ہے۔ اور جو رزق حلال کی خاطر صبح سے رات تک دھوپ و گرمی، ہوا اور سردی اور آندھی و طوفان کی پرواہ کئے بغیر اپنی دھن میں مگن اپنے کام میں مصروف رہتا ہے۔ مزدور کی اہمیت کسی معاشرے اور طبقے سے مخفی نہیں، اور ایک اسلامی معاشرہ تو قدم قدم پر محنت کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے۔ اور ہر ایک کو محنت سے روزی کمانے کی تلقین کرتا ہے اور جو شخص محنت سے جی چرا کر معاشرے پر بوجھ بننے کی کوشش کرتا ہے تو اسے پسند نہیں کرتا، اور وہ ایسی اخلاقی تربیت کرتا ہے جس کے ذریعے انسان محنت سے فرار اختیار کر کے دیگر ناجائز ذرائع کی طرف راغب نہیں ہونے پاتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کسب حلال کے بیان میں گذر چکا ہے۔

"تم میں سے کوئی بھی رزق کی تلاش میں (پست ہمت ہو کر) نہ بیٹھ جائے اور یہ کہنے لگے کہ اے اللہ مجھے رزق دے کیونکہ تم جانتے ہو کہ آسمان پر تم سونا چاندی نہیں برسائے گا۔" (۱)۔

سچ تو یہ ہے کہ محنت کی عظمت کو جس پر اثر انداز میں اسلام نے بیان کیا ہے اور پھر جس طرح عملی طور پر اسلام کی تعلیم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کر کے دکھایا ہے اس کی کوئی مثال تاریخ انسانی نہیں پیش کر سکتی۔ ذیل میں محنت اور مزدوری کے چند فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔

محنت ومزدوری کے فضائل:

محنت ومزدوری کا سلسلہ ظاہر ہے کہ زمانہ قدیم ہی سے قائم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء کے بارے میں بھی اس عمل کی روایات منقول ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام:

سب سے پہلے پیغمبر جنہیں خود اللہ تعالی نے دستکاری سکھائی اور جنہیں اپنی نگرانی میں کشتی تیار کرنے کا حکم دیا، وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی اس طرح منقول ہے۔

واصنع الفلک بأعیننا وو حینا (۲)

اور (اے نوح علیہ السلام) ایک کشتی تیار کرو ہمارے سامنے اور ہمارے حکم کے مطابق۔

حضرت داؤد علیہ السلام:

اور حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے زرہیں تیار کرتے تھے اور اللہ تعالی نے ان پر یہ انعام فرمایا تھا کہ ان کیلئے لوہا نرم کر دیا تھا، سورہ انبیاء میں ارشاد ہے۔

وعلمنٰہ صنعة لبوس لکم لتحصنکم من بأسکم (۳)

اور ہم نے ان کو (داؤد علیہ السلام کو ایک طرح کا) لباس (زرہ) بنانا سکھا دیا تا کہ تمہیں تمہاری لڑائی میں بچائے۔

حضرت زکریا علیہ السلام:

اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے اور وہ بھی اپنے ہاتھ سے محنت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مسلم کی روایت ہے۔ عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال کان زکریا نجاراً

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا کہ زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔ (۵)

حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہمراہ اللہ تعالی کے حکم سے خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھائیں اور

تعمیراتی کام میں بنفس نفیس حصہ لیا، سورہ بقرۃ میں ارشاد ہے۔

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم (٦)

اور (وہ وقت یادر کھنے کے لائق ہے) جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اٹھار ہے تھے (اور دعا کر رہے تھے) اے ہمارے رب (ہماری محنت) ہم سے قبول فرما بیشک تو سننے والا جاننے والا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور چند دیگر انبیاء:

خود آنحضرت ﷺ نے بھی اجرت پر بکریاں چرانے کا فریضہ انجام دیا اور آپ ہی کا ارشاد ہے کہ تمام انبیاء نے بکریاں چرائی ہیں اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی بکریاں چرائی ہیں بخاری شریف کی روایت ہے۔ **عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مابعث اللہ نبیا الارعیٰ الغنم فقال اصحابہ وانت ؟ فقال نعم کنت ارعاھا علی قراریط لا ھل مکۃ (١)** ابوہریرہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے بھی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قراط کی اجرت پر چرایا کرتا تھا۔ نیز ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور نصر بن حزن سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔

افتخر اھل الابل واھل الغنم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث موسیٰ و ھو راعی غنم و بعث داؤد وھو راعی غنم و بعثت وانا ارعی غنم اھلی بجیاد (٢)

ایک بار اونٹوں اور بکریوں والے آپس میں فخر کرنے لگے تو رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ (علیہ السلام) نبی بنا کر بھیجے گئے وہ بکریاں چرانے والے تھے اور داؤد (علیہ السلام) نبی بنا کر بھیجے گئے وہ بکریاں چرانے والے تھے اور میں نبی بنا کر بھیجا گیا اور میں بھی اپنے گھر والوں کی بکریاں مقام جیاد میں چرایا کرتا تھا۔

محنت ومزدوری کی ترغیب:

ابتداء میں کسب حلال کے حکم کے ذیل میں متعدد آیات اور احادیث گزر چکی ہیں۔ جن میں ہاتھ سے کمانے اور محنت ومزدوری کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہاں مزید احادیث بیان کی جاتی ہیں۔ جن میں یہی مضمون صراحت سے بیان ہوا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ **ان اللہ تعالی یحب المؤمن المحترف (٣)**۔ اللہ تعالی ہنرمند مومن کو پسند کرتا ہے۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا۔

ان اللہ یحب العبد یتخذ المھنۃ لیستغنی بھا عن الناس و یبغض العبد یتعلم العلم یتخذہ مھنۃ (٤)

اللہ اس بندے کو پسند کرتا ہے جو محنت کا کام اس لئے کرے تا کہ اس کے ذریعہ لوگوں سے مستغنی ہو جائے اور اس بندے کو ناپسند کرتا ہے

جوعلم اس لئے سیکھے کہ اس سے خدمت لے۔

مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا!

ما اکل احد طعاما خیرا من ان یا کل من عمل یدہ (۵)

کوئی شخص اس طعام سے اچھا نہیں کھا سکتا جو وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے۔ **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم الفجر فلا تنا موا عن طلب ارزا قکم (۶)**۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم فجر کی نماز پڑھ لو تو اپنی روزی کی جدوجہد کئے بغیر سونے (آرام کرنے) کا نام نہ لو۔اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔کہ ہم نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ کونسی روزی ہے جو اللہ کو پسند ہے اور بالکل خالص ہے، آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا۔ وہ روزی جو مزدور نے اپنے ہاتھوں سے کمائی ہو(۷)۔ایک صحابیؓ نے حضور ﷺ سے مصافحہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ہاتھ پر نشانات کیسے ہیں؟انہوں نے عرض کیا کہ میں پتھر پر پھاؤڑا چلاتا ہوں اور اس سے اپنے اہل وعیال کیلئے روزی پیدا کرتا ہوں، آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ چوم لئے۔(۱)۔اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق روایت میں آتا ہے۔

ان عیسٰی علیہ السلام رای رجلا فقال ماتصنع ؟ قال اعبد قال من یعو لک ؟ قال اخی قال اخوک اعبد منک (۲)۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو؟اس نے کہا میں (فقط) عبادت کرتا ہوں۔ حضرت عیسی نے پوچھا کہ تیری کفالت کون کرتا ہے؟اس نے کہا میرا بھائی، حضرت عیسی نے فرمایا کہ پھر تو تیرا بھائی تجھ سے زیادہ عبادت گزار ہے۔

ایک طویل روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک انصاری صحابی کا واقعہ مروی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے زبانی ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ عملی طور پر اسے محنت مزدوری پر لگادیا، روایت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص نبیؐ کے پاس آیا اور آپ سے کچھ سوال کیا (مانگا) آپ نے پوچھا کہ تیرے گھر میں کچھ ہے؟اس نے کہا کیوں نہیں ایک کمبل ہے جس کا کچھ حصہ ہم اوڑھتے ہیں اور کچھ حصہ بچھاتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس سے پانی پیتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا وہ دونوں چیزیں لے آو۔راوی کہتے ہیں۔کہ وہ دونوں چیزیں لے آیا، رسول ﷺ نے انہیں اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں کون خریدے گا؟ایک شخص نے کہا کہ میں ایک درہم میں یہ دونوں چیزیں لیتا ہوں۔حضور ﷺ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا کہ ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے؟ایک شخص نے کہا کہ میں دو درہم میں لیتا ہوں۔آپؐ نے دونوں چیزیں اس شخص کو دے دیں۔اور دو درہم لے لئے اور اس انصاری کو دے کر فرمایا کہ ایک درہم سے تو کھانے کی چیزیں لے لو اور اپنے

گھر والوں کو دے دو اور ایک درہم کی کلہاڑی لے کر آؤ وہ انصاری کلہاڑی لے کر آیا تو رسول علیہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس میں دستہ لگایا اور پھر اس کو کہا کہ جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر لاؤ اور بیچو اور پندرہ روز تک میں تمہیں یہاں نہ دیکھوں چنانچہ وہ شخص چلا گیا اور وہ لکڑیاں کاٹ کر لاتا تھا اور بیچتا تھا۔ پھر (ایک روز) وہ آیا اور اس کے پاس دس درہم تھے، اس نے کچھ کپڑا خرید ااور کچھ کا غلہ، پھر رسول علیہ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ تیرے مانگنے کی وجہ سے روز قیامت تیرے چہرے پر ایک داغ ہو (یادرکھو) دست سوال دراز کرنا صرف تین طرح کے افراد کیلئے جائز ہے۔ ا۔ وہ انتہائی تنگدست شخص جو خاک میں لوٹتا ہو۔ ۲۔ وہ شخص جو انتہائی گھبرا دینے والا قرض سر پر رکھتا ہو۔ ۳۔ وہ شخص جس سے قتل ہو گیا ہو اور وہ دیت ادا نہ کرسکتا ہو۔ (۳)

گداگری کی مذمت:

اسلام محنت مزدوری کی ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ در پر جا کر دست سوال دراز کرنے اور گداگری کی بھی مذمت کرتا ہے اور در حقیقت یہ بھی محنت و مزدوری ہی کی تلقین و ترغیب ہے کیونکہ اگر گداگری کو بطور پیشہ اپنانے والے محنت و مزدوری پر آمادہ ہو جائیں تو معاشرے سے یہ لعنت بسہولت ختم ہو سکتی ہے۔ اس لئے ذیل میں گداگری کی ممانعت و مذمت کے متعلق چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔ خیال رہے۔ کہ ماقبل میں محنت و مزدوری کی ترغیب کے ذیل میں بیان ہونے والی چند روایات میں بھی یہ مضمون ذکر ہو چکا ہے، احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

ما یزال یسال الناس حتی یا تی یو م القیامة لیس فی و جهه مضعة لحم (۴)

جو شخص ہمیشہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا رہتا ہے۔ وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر ذرا بھی گوشت نہ ہو گا۔ ایک روایت میں گداگری سے بچنے کی تلقین یوں فرمائی، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخر میں ہے۔ آپ علیہ ﷺ نے فرمایا۔

و من یستعفف یعفه الله و من یستغن یغنه الله و من یتصبر یصبره الله و ما اعطی احدٌ عطاء خیرا و اوسع من الصبر (۵)

اور جو شخص سوال کرنے سے بچتا ہے۔ اللہ بھی اسے (سوال کرنے سے) محفوظ رکھتا ہے۔ اور جو شخص (لوگوں سے) بے نیازی برتا ہے۔ اللہ بھی اسے بے نیاز بنا دیتا ہے۔ اور جو کوئی صبر کرتا ہے۔ اللہ اسے استقامت بخشتا ہے۔ اور کسی شخص کو بھی صبر سے زیادہ بہتر اور زیادہ بے پایاں نعمت نہیں ملی۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہی کی دوسری روایت ہے، وہ کہتے ہیں۔ **قال رسول الله صلی الله علیه و سلم**

من سال و له قيمة أوقية فقد الحف (٦)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے کچھ مانگا۔ اوراس کے پاس ایک اوقیہ کے برابر (رقم یا سامان) تھا۔ تو اس نے (بے جا) اصرار کیا۔ ایک اور روایت میں ان بھکاریوں کی مذمت فرمائی جو راہ چلتے لوگوں سے لپٹ جاتے ہیں اور باصرار بھیک مانگتے ہیں۔ فرمایا۔

ان الله يحب الحي الحليم المتعفف و يبغض البذى السال الملحف (۷). اللہ تعالیٰ باحیاء بردبار اور سوال سے بچنے والے شخص کو پسند کرتا ہے۔ اور بے ہودہ گو اور بہت زیادہ اصرار کر کے سوال کرنے والے کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے بھیک مانگنے کو فقر کا سبب بتایا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جس شخص کو ایک بار مانگنے کی لت پڑ جائے پھر مانگے بغیر اس کا گزارہ مشکل ہی سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

من فتح على نفسه بابا من السُو ال فتح الله عليه سبعين بابا من الفقر (١)

جو شخص اپنی ذات کیلئے سوال کا ایک دروازہ کھول لیتا ہے۔ اللہ اس پر فقر کے ستر دروازے کھلوا کر دیتے ہیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں مختلف انداز سے سوال کرنے کی ممانعت فرمائی، فرمایا۔

اليد العليا خير من اليدالسفلي قال واليد العليا يد المعطى، واليد السفلي يد السائل (٢)

اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ فرمایا اوپر والا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والا۔

ایک روایت میں ایسے شخص کیلئے خوشخبری بیان فرمائی جو کم روزی پر قناعت کرتا ہے۔

عن فضالة بن عبيد رضى الله عنه انه سمع رسول الله ﷺ يقول طوبىٰ لمن هدى للاسلام و كان عشيه كفافا وقنع (٣)

فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خوشخبری ہے۔ اس شخص کیلئے جسے اسلام کی ہدایت ملی اور اس کے پاس (صرف) ایک روزی ہے اور وہ اس پر قناعت کرتا ہے۔

مزدوروں کے فرائض:

اسلام نے مزدوری اور محنت کی ترغیب دینے اور ہاتھ سے کمانے کے فضائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مزدوری کے فرائض کا بھی احاطہ کیا ہے۔ اور پھر اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے والے اور اس کے قوانین اور اصول وضوابط کا پاس کرنے والے محنت کشوں کے حقوق کی بھی ضمانت دی ہے۔ لیکن حقوق سے پہلے ان پر چند فرائض عائد کئے ہیں۔ ذیل میں ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ کسی بھی پیشے کو حقیر نہ سمجھنا:

سب سے پہلے محنت کشوں پر لازم ہے کہ محنت و مزدوری کے کسی پیشے کو حقیر نہ سمجھیں کیونکہ اگر کوئی شخص کسی پیشے کو حقیر سمجھے گا تو وہ کام بامر مجبوری کریگا۔ اور دل سے خوش نہیں ہوگا۔ ایسی صورت میں کام کا حق ادا نہیں کر سکے گا۔ اور فی الحقیقت کوئی پیشہ حقیر ہے بھی نہیں، بلکہ محنت مزدوری کر کے حلال روزی کمانا عین عبادت ہے۔ جیسا کہ کسب حلال کے عنوان کے تحت ابتداء میں بیان ہو چکا ہے۔ اور پھر خود بعض انبیاء کرام نے بھی متعدد اقسام کے محنت والے کام کئے ہیں۔ اس کی مختصر تفصیل بھی بیان ہو چکی ہے۔ آنحضرت ﷺ بھی ہر طرح کی محنت کا کام خود سرانجام دیتے تھے۔ اور اس میں کسی قسم کی شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔ غزوہ خندق کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شانہ بشانہ خندق کی کھدائی میں حصہ لیا، بلکہ جب کوئی مشکل جگہ آتی جسے توڑنے سے صحابہ عاجز ہو جاتے تو آپ ﷺ ہی اسے توڑ کر آگے کا راستہ صاف کیا کرتے تھے۔ (۴)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ گھر پر اپنا کام خود ہی کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ خود ہی بکری کا دودھ دوہ لیا کرتے تھے اور اپنے کپڑوں سے خود ہی جوں تلاش کر لیا کرتے تھے۔

(۵)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک بار انہوں نے آپ ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے اونٹوں پر تیل مل رہے تھے۔ اسی طرح دو اور صحابی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار وہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ ﷺ اپنے مکان کی مرمت کر رہے تھے۔ (٦)

ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بنفس نفیس درزی، موچی اور مزدوری کے کام سرانجام دیئے ہیں۔ تو کسی اور کی کیا حیثیت ہے کہ وہ کسی پیشے کی برائی کرے یا کسی کام کو بنظر حقارت دیکھے۔

۲۔ مالک کی خیر خواہی:

محنت کشوں کیلئے یہ بھی ضروری ہے اور ان کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ مالک کی پوری طرح خیر خواہی کریں اور ہر معاملے میں دیانت داری سے کام لیتے ہوئے اپنا کام ایمان داری سے پورا کریں۔ اور ہر معاملے میں مالک کی خیر خواہی کو مدِ نظر رکھیں اور اس کے مفادات کا پورا خیال رکھیں۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا۔ بہترین کمائی کام کرنے والے کی ہاتھ کی کمائی ہے جبکہ وہ خیر خواہی کرے۔ اس روایت میں اگرچہ محنت کش کی اپنی ہاتھ سے کمائی ہوئی روزی کو بہترین قرار دیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ خیر خواہی کی شرط بھی عائد کر دی گئی ہے اس خیر خواہی کا دونوں کے ساتھ تعلق ہے مالک کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اس کے مفادات کی نگہبانی کرے اور مزدور کی اپنے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اپنے فرض کو کامل دیانتداری کے ساتھ ادا کرے۔

۳۔معاہدے کی پابندی:

جو معاہدہ بھی مالک یا جس کا کام کیا جارہا ہے۔اس سے کیا گیا ہے اس کا پاس رکھنا اور اس پر پوری طرح عمل درآمد کرنا بھی محنت کش پر لازم ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ معاہدے پر پوری طرح عمل کرے اور جو وعدہ کیا ہے اس کی تمام جزئیات کا خیال رکھتے ہوئے اسکو پورا کرے۔

قرآن کریم میں عہد پورا کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔اور قرآن کے مطابق عہد کے متعلق روز قیامت پوچھا جائے گا۔سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا! **واوفوا بالعهد ان العهد كان مسؤلا** (۱)

اور عہد پورے کیا کرو بلاشبہ عہد کی بابت (قیامت کے روز) پوچھا جائیگا۔

ایفائے عہد نبوت کی علامات میں سے ہے۔اسی لئے قیصر روم نے اپنے دربار میں ابوسفیان سے جو سوالات کئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ کیا کبھی محمد ﷺ نے بدعہدی بھی کی ہے اور جواب میں ابوسفیان نے گواہی دی تھی کہ نہیں (۲)

آنحضرت ﷺ نے عملی طور پر بھی وعدہ پورا کرنے کی ایسی مثال پیش کی جس کی نظیر پیش کرنے سے بھی تاریخ قاصر ہے۔نبوت سے قبل ایک بار عبداللہ بن ابی الحمساء سے آنحضرت ﷺ نے کچھ معاملہ طے کیا وہ آپ ﷺ کو ٹھہرا کر چلے گئے کہ آکر حساب کرتا ہوں۔اتفاق سے ان کو خیال نہ رہا۔تین روز بعد وہ آئے تو آنحضرت ﷺ اسی جگہ تشریف رکھتے تھے۔اور ان کو دیکھ کر آپ ﷺ نے صرف اس قدر فرمایا کہ میں تین روز سے تمہارے انتظار میں یہیں بیٹھا ہوں۔(۳)۔آنحضرت ﷺ کا یہ فعل یقیناً ہم سب کیلئے نمونہ عمل ہے۔

۴۔امانت داری:

کوئی بھی کام کرتے وقت ایمان داری اور امانت داری سے کام لینا نہایت ضروری ہے۔محنت کشوں کیلئے بھی اس کی اہمیت مسلم ہے کیونکہ آپس کے لین دین اور باہمی معاملات میں یہ اخلاقی جوہر مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

امانت داری یہ ہے کہ جس کسی کا جس قدر حق ذمے ہے وہ مکمل طور پر ادا کردیا جائے۔اس وصف میں کمی وکجی کا نقصان اس شخص کو خود بھی اٹھانا پڑتا ہے کیونکہ امانت کا خیال نہ رکھنے والے شخص کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا اور اس سے معاملات کرتے وقت لوگ ہچکچانے لگتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اپنے آپ تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔قرآن حکیم نے اس کی اہمیت متعدد بار بیان کی ہے سورہ مؤمنون میں نیک کردار مسلمانوں کی یہ خصوصیت بھی بیان ہوئی ہے۔ **والذين هم لامنتهم و عهدهم راعون** (۴).

وہ (مسلمان) ایسے ہیں جو اپنی امانتوں اور عہدوں کا پاس رکھتے ہیں۔امانت اور دیانت کی اسی اہمیت کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے اسے ایمان کا حصہ بتایا اور آپ ﷺ نے اس کی بہت تاکید فرمائی،چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ساخطبنا نبي الله صلی الله علیه وسلم الا قال لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له (۵)

حضور ﷺ نے جو بھی خطبہ ارشاد فرمایا اس میں یہ بات ضرور فرمائی جس کے پاس امانت نہیں اس کا ایمان نہیں اور اُس کا دین نہیں جس کا عہد نہیں۔

۵۔ خیانت سے اجتناب:

خیانت کا مفہوم بھی اسلام کی نظر میں بہت وسیع ہے مختصر کسی بھی عائد ہونے والے حق اور ذمہ داری کو مکمل طور پر ادا نہ کرنا یا اس میں جان بوجھ کر کمی بیشی کرنا خیانت شمار ہوتا ہے۔ جس طرح دوسرے طبقوں کی طرح محنت کشوں کیلئے امانت اور دیانت کا پاس کرنا ضروری ہے اسی طرح خیانت سے بچنا بھی لازمی ہے۔

قرآن کریم ہر قسم کی خیانت سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے کہتا ہے!

یا یها الذین امنو لا تخونو االله والرسول وتخونو اامنتکم وانتم تعلمون (۶)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول ﷺ کی خیانت نہ کرو اور نہ آپس کی امانتوں میں جان بوجھ کر بددیانتی کرو۔

اور آنحضرت ﷺ نے خیانت کو نفاق کی علامت فرمایا ہے بخاری شریف میں ہے۔

عن ابی هریره رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اية المنافق ثلاث اذا حدث کذب و اذا وعد اخلف واذا ؤتمن خان (۱)

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بولے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

اپنے فرض کو پورا ادا نہ کرنا، کام کو پورا وقت نہ دینا، مالک اور نگران سے نظر بچا کر مصروفیات سے فرار اختیار کر لینا بھی خیانت میں شامل ہیں۔

مزدوری کے حقوق اور اشتراکیت:

اسلام جہاں مزدوروں پر ان کی ذمہ داریوں کے ضمن میں چند فرائض عائد کرتا ہے وہیں ان کے حقوق کی بھی بھرپور ضمانت فراہم کرتا ہے اور ہر اس پہلو پر واضح ہدایات جاری کرتا ہے جس سے مزدوروں کو کسی بھی نوعیت کا نقصان ہو سکتا ہے۔ یا انہیں ضرر پہنچنے کا احتمال ہو، دوسری جانب صورت حال یہ ہے کہ مزدوروں کے حقوق کے سب سے بڑے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرنے والا اشتراکی نظام مزدوروں کی حقوق کے سلسلے میں عملی طور پر اپنے دامن میں کوئی ایسی مثال نہیں رکھتا جسے قابل تقلید تو کجا باعث اطمینان ہی کہا جا سکے۔ دوسرے

اشتراکی ممالک میں مزدوروں کی حالت اور انہیں ملنے والے حقوق کی بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم مختصر چین میں مزدوروں کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں چین میں حکومت نے سرکاری صنعتوں اور کارخانوں کے مزدوروں کے ضابطہ کار کے حوالے سے پچاس کی دہائی میں جو کتاب شائع کی تھی اس میں مزدوروں کے حقوق وفرائض متعین کئے گئے ہیں ذیل میں ان کی چند باتیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ مزدوروں کو اجتماعی سودے بازی یا تنظیم کی آزادی کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

۲۔ ایسے مزدوروں سے کام لینا غیر قانونی قرار دیا گیا ہے۔جس کے پاس سرکاری رپورٹ نہ ہو اور رپورٹ میں یہ تحریر ہوتا ہے کہ اس نے کہاں ملازمت کی ہے۔ تعلیمی معیار کیا ہے؟ پولیس میں اس کا ریکارڈ کیسا ہے؟

۳۔ ہر کام کی اجرت (حکومت کے) طے شدہ معیار کے مطابق ہوگی۔

۴۔ کوئی مزدور افسر اعلیٰ کی منظوری کے بغیر کام نہیں چھوڑ سکتا۔

۵۔ اوقات کار مقرر کرنے کا اختیار صرف فیکٹری کے منتظمین کو حاصل ہے۔

۶۔ ہر مزدور کی فیکٹری میں آتے اور جاتے وقت تلاشی لی جائے گی۔(۲)

یہ ہے اشتراکیت کا مزدور راج، اس کے مقابلے میں آپ نے اسلام کی جانب سے مزدوروں پر عائد ہونے والے فرائض ملاحظہ کئے۔اب انہیں ملنے والی مراعات اور حقوق بھی ملاحظہ کیجئے۔

مزدوروں کے حقوق:

اسلامی نظام معیشت مزدوروں کو جن حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔ان میں چند پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ مزدوری کی ادائیگی:

مزدوروں کیلئے سب سے اہم مسئلہ ان کے معاوضے کی بروقت ادائیگی ہے اسلام اس کی بھرپور ضمانت دیتا ہے اور آجر کو اسلام کا حکم ہے کہ مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے قبل اس کی اجرت ادا کردی جائے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔عن ابی هریره رضی الله عنه قال، قال النبی صلی الله علیه وسلم اعط الا جیر اجره قبل ان یجف عرقه (۳)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مزدور کو اس کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو۔یہی نہیں بلکہ حضور ﷺ نے اجرت بروقت ادا نہ کرنے والوں کو متنبہ کیا ہے کہ روز قیامت خود اللہ ان متاثرہ مزدوروں کی طرف سے جھگڑا کریں گے،جن کی مزدوری ادا نہیں کی گئی ہوگی،حدیث قدسی ہے۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الله عزو جل ثلاثة انا خصمهم یوم القیامة ، ومن کنت خصمه خصمته ، رجل اعطی بی ثم غدر، ورجل باع حرافا کل ثمنه ورجل استاجر اجیراً استو فی منه ولم یوفه (۴)

رسول ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تین طرح کے افراد ایسے ہیں۔ جن سے قیامت کے دن میں جھگڑا کروں گا۔ اور جس سے میں جھگڑا کروں گا اسے مقہور کر کے چھوڑوں گا ایک وہ شخص ہے جس نے میرا نام لے کر وعدہ کیا پھر اس کو توڑ ڈالا، دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد شخص کو بیچ دیا اور اس کی قیمت کھا گیا اور تیسرا وہ شخص جس نے اجرت پر کسی شخص کو رکھا اور اس سے پوری مزدوری لی مگر اس کی اجرت پوری نہیں دی۔

۲۔ اجرت طے کرنا:

اسلام مزدور کو اس کا پورا حق دیتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کسی دباؤ اور جبر کے بغیر کام کی اجرت طے کرے۔ اور اس کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر اجر اس پر اجرت کے سلسلے میں ناروا دباؤ ڈالے یا کم اجرت پر مجبور کرے تو وہ کام چھوڑ دے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے اجر کو حکم دیا کہ مزدور سے کام لینے سے قبل اس کی اجرت اسے بتادی جائے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا!

ومن استأجر اجیر فلیعلمه اجره (۱)

جو شخص کسی مزدور کو اجرت پر رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اسے اس کی اجرت سے مطلع کردے۔

اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

ان رسول صلی الله علیه وسلم نهی عن استیجار الا جیر یعنی حتی یبین له اجره (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور کو اجرت پر رکھنے سے منع فرمایا ہے یعنی جب تک اس کی اجرت بیان نہ کردی جائے۔ ایک اور روایت میں بو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے۔ اعطوا الا جیر اجره قبل ان یجف عرقه واعلمه اجره وهو فی عمله (۳)

مزدور کو اس کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو اور اسے کام کے دوران ہی اس کی اجرت بتادو۔

۳۔ اضطراری اجرت کی ممانعت:

بعض اوقات انسان اپنی مفلسی، تنگ دستی اور مالی پریشانیوں کے سبب کم اجرت پر بھی کام کرنے پر رضامندی ظاہر کردیتا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ اس پر خوش نہیں ہوتا نہ اسکے ساتھ یہ انصاف ہے ایسے موقع پر آجر اسکی بے چارگی سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اسے کم اجرت پر راضی کرلیتا ہے چونکہ یہ بھی ایک قسم کا جبر ہے اس لئے اسلام نے اسکی بھی ممانعت کی ہے مزدوری کی ادائیگی کے عنوان کے تحت حدیث قدسی

بیان ہوچکی ہے کہ جو شخص پوری اجرت نہیں دے گا۔ اس سے اللہ تعالیٰ خود جھگڑا کریں گے۔ شاہ ولی اللہ اس معاملے کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"پس اگر مالی نفع ایسے طریقے سے حاصل کیا جائے کہ اس میں عاقدین کے درمیان تعاون اور عملی محنت کو دخل نہ ہو یا زبردستی کی رضامندی کا دخل ہو تو ان صورتوں میں بلاشبہ مفلس اپنے افلاس کی وجہ سے خود ہر ایسی ذمہ داری عائد کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ جس کا پورا کرنا اس کی قدرت سے باہر ہوتا ہے اور اسکی وہ رضامندی حقیقی رضامندی نہیں ہوتی تو اس قسم کے تمام معاملات رضامندی کے نہیں کہلا سکتے اور نہ انہیں پاک ذرائع آمدنی کہا جاسکتا ہے۔" (۴)

۴۔ بیگار کی ممانعت:

اضطراری اجرت سے بھی بڑھ کر ایک معاملہ بیگار کا ہے۔ جس میں مزدور کو اپنی محنت کا کچھ اجر نہیں ملتا اور کام بھی زبردستی اور مرضی کے خلاف کرنا پڑتا ہے اس لئے اسلام کی نظر میں یہ بھی ناجائز ہے۔

چنانچہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ کسی سے کام لے کر اسکی واجبی اجرت نہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ کسی آزاد شخص کو خرید کر اس کی قیمت کھا جائے۔ (اور اس کی ممانعت ابھی حدیث قدسی میں بیان ہوچکی) اس لئے کہ جب اس نے بغیر عوض کے اپنی منفعت کو پورا کرلیا تو گویا اس نے اس شخص کی ذات کو فروخت کر کے اسے اپنی روزی بنالیا، اسی طرح بغیر اجرت کے کام لینا اس کو غلام سمجھنے کے مترادف ہے۔ (۵)

۵۔ طاقت سے زیادہ کام نہ لینا:

آجروں کو یہ بھی حکم ہے کہ وہ مزدوروں کی صحت کا پورا خیال رکھیں اور ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لیں۔

محلی میں ابن حزم تحریر کرتے ہیں۔ **و لیستعملهما فیما یحسانه ویطیقانه بلا اضرار بهما.**

ترجمہ: کام لینے والوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ دونوں (مزدور ہوں یا غلام) طرح کے اجیروں سے اس حد تک کام لے کہ وہ اچھی طرح کام انجام دے سکیں۔ اور بقدر طاقت کام لیا جائے ان کی صحت کو نقصان پہنچائے بغیر۔

یہ اسلامی نظام معیشت کے تحت مزدوروں کو ملنے والے حقوق اور ان پر عائد ہونے والے فرائض کا خلاصہ۔

خلاصہ کلام

ان صفحات پر پھیلی ہوئی یہ بحث اس امر کی جانب اشارہ کرنے کیلئے کافی ہے کہ اسلام کی جانب سے تاجروں اور مزدوروں پر عائد ہونے والے فرائض اور ان کے حقوق دنیا بھر کے نظام معیشت کو یہ موقع فراہم کرتے ہیں کہ وہ دنیا میں بسنے والے ہر طبقے کی فلاح و بہبود کا

خیال رکھتے ہوئے ترقی کے مدارج طے کرے اب یہ ہمارا فرض ہے کہ اسلامی تعلیمات کو سمجھیں ان کی روح تک پہنچیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر پوری دنیا کے سامنے بہترین نظام معیشت پیش کریں۔ تاکہ دنیا بھر کی معیشت جو چاروں طرف سے مایوس ہو کر اندھیروں میں بھٹک رہی ہے اور رہنمائی کی خواہاں ہے اسلام کے سایہ عاطفت میں پناہ لے سکے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا فرض پہچاننے اور اس کی ادائیگی کی توفیق عطاء فرمائیں۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد واله واصحابه اجمیعن وما علینا الا البلاغ المبین

ماٰخذ ومصادر

۱۔احسن البیان فی تفسیر القرآن سید فضل الرحمٰن زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی طبع اول جون۱۹۹۶ء (جلد سوم)

۲۔احیاء علوم الدین امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی مصطفی البابی الحلبی مصر طبع ۱۹۳۹ء

۳۔اسلام کا اقتصادی نظام مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی ادارہ اسلامیات لاہور طبع دوم ۱۹۸۴ء

۴۔اسلام کا قانون تجارت مولانا ڈاکٹر نور محمد غفاری مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

۵۔اسلام کا نظریہ محنت خلیل الرحمٰن عارف پبلی کیشنز کراچی طبع اول جولائی۱۹۸۴ء

۶۔اسلامی قانون محنت واجرت مولانا نجیب اللہ ندوی مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

۷۔الترغیب والترھیب عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری مصطفی البابی الحلبی مصر طبع ۱۹۳۳ء

۸۔تفسیر عزیزی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ایچ، ایم، سعید کمپنی۔ کراچی طبع دسمبر۱۹۹۰ء

۹۔تفسیر القرآن الکریم ابوالفداء عماد الدین اسماعیل بن کثیر۔عیسیٰ البابی الحلبی مصر (تفسر ابن کثیر)

۱۰۔ تفسیری مظہری قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی مجلس اشاعت العلوم حیدرآباد دکن

۱۱۔تفسیر نسفی علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی داراحیاء الکتب العربیہ مصر

۱۲۔ جامع ترمذی، محمد بن عیسیٰ ترمذی، دارالاشاعت، کراچی اشاعت ۱۴۱۲ھ

۱۳۔دائرۃ المعارف، فرید واجدی (مقالہ نگار) بیروت طبع ۱۹۷۱ء

۱۴۔روح المعانی علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی داراحیاء التراث العربی بیروت طبعہ رابعہ ۱۹۸۵ء

۱۵۔سنن ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۹۰ء

۱۶۔سنن ابی داؤد ابوداؤد سلیمان بن اشعث ضیاء احسان پبلشرز لاہور ۱۹۸۷ء

۱۷۔سنن الدارقطنی علی بن عمر الدارقطنی دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور

۱۸۔ سنن دارمی حافظ عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی قدیمی کتب خانہ کراچی

۱۹۔ السنن الکبری بیہقی حافظ ابوبکر احمد بن حسین بن علی للبیہقی دارالفکر بیروت طبعہ اول ۱۹۹۶ء

۲۰۔ سنن نسائی ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی ضیاء احسان پبلشرز لاہور ۱۹۹۰ء

۲۱۔ سیرت النبی (جلد ۶) سید سلیمان ندوی دارالاشاعت کراچی طبع اول ۱۹۸۵ء

۲۲۔ السیرۃ النبویہ (سیرت ابن ہشام) ابومحمد عبدالملک بن ہشام دارالمعروفہ بیروت ۱۹۷۸ء

۲۳۔ الشفاء قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مصطفی البابی الحلبی بیروت ۱۹۵۰ء

۲۴۔ صحیح ابن حبان حافظ ابوحاتم محمد بن حبان مؤسسۃ الرسالہ بیروت

۲۵۔ صحیح د محمد بن اسماعیل بن محمد بن سید الناس مصطفی البابی الحلبی مصر طبع ۱۹۵۳ء

۲۶۔ صحیح مسلم ابا احسن مسلم بن حجاج ، خالد احسان پبلشرز لاہور طبع ۱۹۸۱ء

۲۷۔ عیون الاثر ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الناس مکتبہ التراث مدینہ منورہ طبع اول ۱۹۹۲ء

۲۸۔ فتح الباری احمد بن علی بن حجر عسقلانی قدیمی کتب خانہ کراچی

۲۹۔ لسان العرب ابن منظور نشر ادب الحوزہ قم ایران اشاعت ۱۴۰۵ھ

۳۰۔ المبسوط ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمہ سرخسی ادارۃ القرآن والعلوم السلامیۃ کراچی طبع ۱۹۸۷ء

۳۱۔ مسند ابی داؤد الطیالسی ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی ادارہ القرآن والعلوم اسلامیۃ کراچی طبع ۱۹۹۱ء

۳۲۔ مسند احمد امام احمد بن محمد بن حنبل ابوعبداللہ الشیبانی داراحیاء التراث العربی بیروت طبعہ ثانیہ ۱۹۹۳ء

۳۳۔ مشکوۃ المصابیح امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری دارالاشاعت کراچی

۳۴۔ معارف القرآن مفتی محمد شفیع ادارۃ المعارف کراچی اکتوبر ۱۹۷۶ء

۳۵۔ المفردات حسین بن محمد راغب اصفہانی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۶۔ المنار علامہ رشید رضا المصری مطبع المنار مصر ۱۳۵۰ھ

۳۷۔ الموطا امام مالک بن انس میر محمد کتب خانہ کراچی

۳۸۔ نقوش رسول نمبر محمد طفیل (مدیر) ادارہ فروغ اردو لاہور دسمبر ۱۹۸۳ء

۳۹۔ ہادی اعظم سید فضل الرحمن ادارہ مجددیہ کراچی ۱۹۹۱ء